مقالاتِ صوفیہ
از: مولانا اشرف علی تھانویؒ
مترجم: مولانا مفتی محمد شفیعؒ
تصوّف کی دو مشہور کتابوں رسالہ قشیریہ اور طبقات کبریٰ
کی نہایت عمدہ تلخیص جس میں صوفیاء سلف کے احوال
ومقالات حکمت درج ہیں۔
دارالاشاعت
مقابل مولوی مسافر خانہ ○ اردو بازار، کراچی ۱

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد بزرگان سلف کے حالات و مقالات اور ملفوظات و معمولات بلاشبہ علم و عمل کی روح، دنیا و آخرت کے لیے رہبر، خلوت کدہ کے مونس، غمزدہ کے انیس، ہر دینی و دنیوی مشکلات کا حل، نورِ ایمان کو بڑھانے والے، قلب میں قوت پیدا کرنے والے ہیں ؎

حرف از زبان دوست شنیدن چہ خوش بود ٭ یا از زبان آنکہ شنید از زبان دوست

لیکن ان میں معتبر و غیر معتبر کی تمیز پھر عارفین کے اقوال کے صحیح معنی کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں، اسی لیے بقیۃ السلف حجۃ الخلف آیۃ من آیات اللہ مجدد الملت حکیم الامت سیدی وسندی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے تصوف و تاریخ کی نہایت مستند و منتخب کتابوں سے بزرگان سلف کے چیدہ چیدہ واقعات و حالات اور مقالات کو ایک مستقل مجموعہ میں جمع فرما دیا ہے جس میں رسالہ قشیریہ اور طبقات شعرانیؒ کا انتخاب باستیعاب مطالعہ فرما کر کیا گیا ہے، توضیح مقصود اور تفہیم کیلئے ہر واقعہ یا ملفوظ پر ایک عنوان بھی قائم فرما دیا ہے اور مزید توضیح کے لیے کہیں کہیں فوائد کا اضافہ بھی ہے اس مجموعہ کو اگر اخلاق و تصوف کی روح کہا جائے تو بجا ہے۔

لیکن یہ مجموعہ چونکہ عربی زبان میں ہے حضرت والا دامت برکاتہم نے اس ناکارۂ خلائق کو اس واسطے عطا فرمایا کہ اس کا اردو ترجمہ کر کے شائع کر دیا جائے۔ الحمد للہ کہ آج اس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، ترجمہ میں بغرض افادۂ عوام احقر نے تحت اللفظ ترجمہ کو چھوڑ کر خلاصہ مطلب پر اکتفا کیا ہے اور بفضلہ تعالیٰ اس کتاب کی اردو شرح ہدیۂ ناظرین ہے۔ حق تعالیٰ اس کو اس ناکارہ اور سب مسلمانوں کے لیے نافع و مفید بنائے اور حضرت مصنف دامت برکاتہم کے علم و عمل سے حظ وافر عطا فرمائے۔ آمین واللہ المستعان وعلیہ التکلان ٭

ناکارۂ خلائق بدنام کنندۂ نکونامے چند

احقر محمد شفیع عفا عنہ خادم دارالعلوم دیوبند ۲۰ محرم ۱۳۵۵ھ

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اما بعد یہ ایک حصہ ہے بزرگان طریق کے احوال واقوال کا جس کے الفاظ کم اور معانی بہت ہیں۔ ہم نے مختلف کتابوں سے انتخاب کیا ہے تا کہ لوگوں کے قلوب اس سے مانوس ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر شخص کو توفیق دینے والا ہے خواہ کوئی کسی کا متبع اور مقلد ہو یا اپنے اجتہاد و تحقیق پر عمل کرنے والا ہو۔

اشرف علی تھانوی عفی عنہ الخفی والجلی

فہرست مضامین مقالاتِ صوفیہ

انتخاب از طبقات کبریٰ جلد ثانی

باب ذکر مشائخ الطریقۃ از رسالہ قشیریہ

روح تصوف | علامہ قشیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن محمد سے سنا ہے اور انہوں نے سعید بن عثمان سے، وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ذوالنون مصریؒ سے جو تیسری صدی ہجری کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ طریق میں سارے کلام کا مدار چار چیزیں ہیں، اول سب سے بڑے (یعنی اللہ تعالیٰ) کی محبت، دوسرے سب سے کم (یعنی دنیا) سے بُغض، تیسرے قرآن، وحی الٰہی کا اتباع، چوتھے حالت بدل جانے کا خوف۔

دقیق ریاء | حضرت فضیل ابن عیاضؒ جو دوسری صدی ہجری کے اکابر اولیاء میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ لوگوں کے خیال سے عمل چھوڑ دینا یہی ریا ہے، اور ان کے دکھانے کے لیے عمل کرنا تو شرک ہے (ف) مراد یہ ہے کہ بعض لوگ اس خیال سے کہ لوگ ہمارے عمل کو دیکھ رہے ہیں اور اس میں ریا کا خطرہ ہے اس عمل کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ریا ہی کا ایک شعبہ ہے اور اصل یہ ہے کہ آدمی کو عمل کرنے کیوقت لوگوں کو دیکھنے نہ دیکھنے کی طرف التفات و توجہ ہی نہ ہونا چاہیئے۔

گناہ کی خاصیت | حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے گناہ سرزد ہوتا ہے تو میں اس کا اثر اپنے گدھے اور خادم کے اخلاق میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے سرکشی کرنے لگتے ہیں۔

اپنے آپ کو محتاج دعا کا سمجھنا | حضرت معروف کرخیؒ جو دوسری

صدی ہجری کے مشاہیر اولیاء میں سے ہیں ایک مرتبہ ایک پانی پلانیوالے کے پاس ان کا گذر ہوا، وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالےٰ اس شخص پر رحم کرے جو ہمارا پانی پیئے۔ حضرت معروف کرخیؒ اُس وقت روزے سے تھے، جب یہ آواز حضرت معروف کرخیؒ کے کانوں میں پڑی تو آگے بڑھے اور پانی پی لیا۔ لوگوں نے عرض کیا، کیا آپ کا روزہ تھا۔ تو فرمایا ہاں روزہ تو تھا مگر مجھے یہ توقع ہوئی کہ اس کی دعا سے مجھ پر رحمت ہو جاوے گی (اس لیے روزہ افطار کر دیا) انتہیٰ۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ روزہ نفلی تھا، اور شاید کہ حضرتؒ کا مذہب روزہ نفلی کے بارے میں یہ ہوگا کہ بلا عذر بھی اس کا افطار کر دینا جائز ہے جیسے امام شافعی اور احمد بن حنبل اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے جس کو امام نوویؒ نے نقل کیا ہے۔ ہاں مذہب ان حضرات کا بھی یہ ہے کہ نفلی روزہ کا افطار کرنا اگرچہ بلا عذر بھی جائز ضرور ہے مگر اولےٰ یہی ہے کہ پورا کیا جاوے۔ لیکن اس موقع پر حضرت معروف کرخیؒ کے نزدیک اس شخص کی دعا لینا زیادہ اولےٰ تھا اس لیے افطار کر دیا۔

گمنامی کی فضیلت حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ جو تیسری صدی ہجری کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ وہ آدمی آخرت کی حلاوت نہیں پا سکتا جو اس کا خواہشمند ہو کہ لوگ مجھے پہچانیں۔

ہمنشین کی رعایت میں نے اُستاد ابو علی دقاق سے سنا ہے وہ فرماتے

تھے کہ حضرت حاتم اصمؒ (جو تیسری صدی ہجری کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں) ان کے پاس ایک عورت آئی اور ایک مسئلہ دریافت کرنے لگی۔ اس وقت اتفاقاً آواز کے ساتھ اس کی ریح خارج ہوگئی جس سے اس کو سخت شرمندگی ہوئی۔ حضرت حاتمؒ نے اس کو محسوس کیا تو ایسا ظاہر کیا کہ وہ بہرے ہیں سُنتے نہیں۔ اس سے کہا ذرا آواز سے کہو کیا کہتی ہو۔ عورت نے جب سمجھا کہ یہ بہرے ہیں تو اس کی شرمندگی زائل ہوگئی کہ انہوں نے آواز نہ سُنی ہوگی۔ اس وقت سے ان کا نام حاتم اصم مشہور ہوگیا۔

سماع کی محبت حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ جو تیسری صدی ہجری کے مشاہیر صوفیاء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ جب تم کسی مرید کو یہ دیکھو کہ وہ سماع کو پسند کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس میں بطالت و جہالت کا حصّہ باقی ہے۔

غم اور خوشی کے صحیح اسباب حضرت ابن خبیق جو حضرت یوسف ابن اسباط کے متعلقین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جو چیز تمہیں کل (یعنی روزِ قیامت میں) نقصان پہنچانے والی ہے اس کے سوا کسی چیز سے خوش نہ ہو (کیونکہ دراصل راحت و تکلیف رنج و خوشی وہ ہی قابل توجہ ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ دنیا کی نہ راحت قابلِ اعتبار ہے نہ مصیبت کہ ع

چناں نماند چنیں نیز ہم نہ خواہد ماند

اسی لیے اولیاء اللہ کا رنج و سرور صرف آخرت کے لیے ہوتا ہے ؎

گریۂ و خندۂ عشاق زجائے دگراست　✤　می سرانید شب و وقتِ سحر میمونید

مرید کی حالت حضرت ابوالحسن ابن الصائغ (جن کی وفات ۳۳۰ھ میں ہوئی ہے) ان سے کسی نے دریافت کیا کہ مرید کی کیا حالت ہونی چاہیئے انہوں نے فرمایا کہ اس کی وہ حالت ہونی چاہیے جو حق تعالیٰ نے متخلفینِ تبوک کی ارشاد فرمائی ہے کہ ان پر زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو گئی تھی اور ان پر خود ان کا نفس بھی تنگ ہوگیا تھا۔ (مراد یہ ہے کہ آخرت کے اندیشہ میں کسی وقت اس کو قرار نہ ہو، ہر وقت بے چین رہے۔ اس کو نہ بیرونی چین ہو نہ اندرونی۔

مشائخ سے فیض لینے کا طریقہ حضرت ممشاد دینوری رح (جن کی وفات ۲۹۹ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ میں اپنے کسی شیخ کے پاس کبھی بجز اس حالت کے نہیں گیا کہ قلب کو تمام حالات وکیفیات سے خالی کر کے ان برکات کا منتظر رہا جو شیخ کی زیارت اور ان کے کلام سے میرے قلب پر وارد ہو سکتی تھیں۔ اسلیے کہ جو شخص کسی شیخ کے پاس اپنی ذاتی کیفیات وحالات کو لیکر جاتا ہے تو شیخ کی زیارت اور مجالست اور برکات اس سے منقطع ہو جاتی ہیں (یعنی اس وقت اپنے کسی کمال وصفت کیطرف نظر نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ نظر ایک قسم کا دعویٰ ہے اور اس دعویٰ کا یہ اثر ہے کہ ؎

اناۓ کہ پُر شد دگر چوں بُرد

شیخ کی ضرورت حضرت عبدالوہاب ثقفی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اگرچہ تمام علوم کو جمع کر لے اور مختلف طبقات کے لوگوں کی صحبت میں رہے مگر اللہ تعالیٰ کے خاص

بندوں کے درجہ کو اس کے بغیر نہیں پہنچ سکتا کہ کسی شیخ کامل یا امام مصلح مشفق کی تربیت میں رہ کر مجاہدہ کرے۔ اور جو شخص کسی ایسے استاذ کی خدمت میں رہ کر ادب (و تعلیم) حاصل نہ کرے جو اس کے اعمال کے عیوب اور نفس کی رعونت اس کو محسوس کرا دے۔ تصحیح معاملات کے لیے اس کی اقتدا، جائز نہیں (کیونکہ وہ اس طریق کے باب میں اس کا مصداق ہوگا ع

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

کمالِ تواضع | حضرت حمدونؒ (جن کی وفات ۲۷۱ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ خیال کرے کہ میرا نفس فرعون کے نفس سے بہتر ہے اس نے اپنا تکبر ظاہر کر دیا (احقر مترجم کہتا ہے کہ اس کی عام فہم توجیہہ یہ ہے کہ جب تک اس عالم سے گذر نہ جائے اس کا اطمینان نہیں ہو سکتا کہ وہ فرعون سے بہتر ہے کیونکہ انجام کا حال معلوم نہیں تو بلا دلیل اپنے کو اس سے بہتر سمجھنا تکبر ہے۔ اور اہلِ حال حضرات اس امر کو وجداناً محسوس کرتے ہیں انہیں توجیہہ کی حاجت نہیں۔ باقی نفس کے بدتر ہونے سے افعال کا بدتر ہونا لازم نہیں آتا۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی اپنے اعمالِ ایمانیہ کو فرعون کے ایمانِ کفریہ سے یقیناً بہتر سمجھا جائے گا (کما افادہٗ شیخنا اشرف المشائخ دامت برکاتہم)

تواضع حاصل کرنے کا طریقہ | حضرت حمدون (مذکور الصدر) فرماتے ہیں کہ جو شخص بزرگانِ سلف کے حالات پر نظر ڈالے گا اس کو اپنی کوتاہی اور خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کے درجات سے پیچھے رہ جانا محسوس ہو جائے گا۔

امرد لڑکوں کی طرف دیکھنے کا انجام بد | حضرت ابن جلاء (جو حضرت ذوالنون مصری اور دوسرے اکابر کی خدمت میں رہے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں ایکمرتبہ اپنے استاد (یعنی شیخ) کیساتھ جا رہا تھا کہ اچانک ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا۔ میں نے استاد سے عرض کیا کہ حضرت کیا آپ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس حسین صورت کو عذاب دے گا۔ استاد نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کی طرف دیکھ لیا ہے (جب یہ ہے) تو تم اس کا انجام بد بھگتو گے۔ ابن جلاء کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے بیس سال بعد (اس کا اثر ظاہر ہوا) کہ میں قرآن مجید بالکل بھول گیا۔ ف یہ وبال قصداً دیکھنے پر مرتب ہوا۔

عمل میں آسانی اور تنگی کا جمع کرنا | حضرت رویم ابن احمدؒ (جن کی وفات سنہ ۳۰۳ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ محقق کی حکمت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ احکام معاملات میں اپنے بھائیوں کے لیے تو وسعت اور آسانی سے کام لے اور اپنے نفس پر تنگی سے۔ کیونکہ دوسرے لوگوں کے لیے وسعت دینا علم شریعۃ کا اتباع ہے اور اپنے نفس کو سخت پکڑنا تقویٰ کا حکم ہے۔

گناہ اور اطاعت کا اثر | حضرت ابوالحسن علی محمد مزینؒ (جنکی وفات سنہ ۳۲۸ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ ایک گناہ کے بعد جو دوسرا گناہ انسان سے سرزد ہوتا ہے وہ پہلے گناہ کی (عاجل) سزا ہے اسی طرح ایک نیکی کے بعد دوسری کی انسان کو توفیق ہوتی ہے وہ پہلی نیکی کا (عاجل) ثواب ہے۔

مشاہدہ اور لذت میں منافات | حضرت ابوالعباس سیاریؒ (جنکی وفات سنہ ۳۴۲ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ کسی عاقل کو مشاہدۂ حق کے وقت

لذت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ مشاہدۂ حق کا وقت فنا رنفس کا وقت ہے اور اس وقت کسی قسم کی لذت باقی نہیں رہ سکتی (مراد لذت طبعیہ نفسانیہ ہے جو تلبس بالعناصر پر موقوف ہے لذت روحانیہ مراد نہیں جو اس حدیث میں مراد ہے جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ مقصود شیخ کا تنبیہ کرنا ہے طالبان لذت کو کہ ایسی چیزوں کے درپے نہ ہوں کہ انہیں مقصود سے بُعد ہے۔

اپنے نفس کیلئے جھگڑنے کی مذمت حضرت ابوالحسین بندار ابن الحسین شیرازیؒ (جن کی وفات ۳۵۳ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ تم خود اپنے نفس کے لیے جھگڑا مت کیا کرو کیونکہ درحقیقت تمہارا نفس تمہاری ملک نہیں (بلکہ حق تعالیٰ اس کا مالک ہے) تو تمہیں چاہئے کہ یہ جھگڑا خود اس کے مالک کیلئے چھوڑ دو (اس میں بحث مباحثہ بھی آگیا جو اپنی نصرت کیلئے کیا جاتا ہے ہے نصرت دین کی ایسی ممانعت نہیں۔)

حقوق وقت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ فقیر کو اپنے گذشتہ اور آئندہ زمانہ کی فکر نہیں ہوتی بلکہ موجودہ وقت یعنی حال کی فکر رہتی ہے کہ مجھے اس وقت کیا کرنا چاہئے اور کہا گیا ہے کہ گذشتہ زمانہ کے فوت ہونے کی فکر میں لگنا ایک دوسرے وقت کا ضائع کرنا ہے (فکر اس کی چاہئے کہ اب کیا کروں) وقد ترجمۃ بالنظم الہندی ؎

گما منت حال کو ماضی و مستقبل کی فکر ونیں ✤ درستی حال ہی کی ہے تلافی عمر ماضی کی

وہو محل قول العارف الرومیؒ ع ماضی و مستقبلت پردۂ خدا است

مراد اس سے غیر ضروری سوچ ہے اور جو فکر توبہ کی ضرورت سے ہو وہ

مستثنیٰ ہے۔

مشائخ کی چشم پوشی اور شفقت جہاں اس میں مصلحت وحکمت ہو

نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو عمر بن بجنید (جن کی وفات ۳۶۶ھ میں ہوئی) اپنے سلوک کے ابتدائی زمانہ میں حضرت ابو عثمانؒ کی مجلس میں جایا کرتے تھے (حضرت مصنف رسالہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ ابو عثمان وہ ہیں جن کا نام بجید ابن اسمٰعیل ہے جن کی وفات ۲۹۸ھ میں ہوئی) حضرت ابو عثمان کے کلمات طیبہ نے حضرت عمرو بن بجیدؒ کے قلب میں اثر کیا اور وہ غفلت سے تائب ہو کر ذکر وعبادت میں مشغول ہو گئے۔ پھر اتفاقاً ایک مرتبہ ان کو فترت پیش آئی (یعنی حالت بدلی کہ اسباب بُعد میں گرفتار یا ذکر واطاعت سے سُست ہو گئے) تو بوجہ حیا کے حضرت عثمانؓ سے چھُپتے اور بھاگتے پھرتے تھے اور ان کی مجلس میں جانا چھوڑ دیا۔ ایک روز راستہ میں حضرت ابو عثمان کا سامنا ہو گیا تو ابو عمر راستہ کاٹ کر دوسری طرف کو چل دیے (شیخ وقت ابو عثمان کی شفقت وعنایت دیکھنے کے قابل ہے) کہ وہ بھی یہ راستہ چھوڑ کر ابو عمرؒ کے پیچھے ہو لیے۔ ابو عمر نے پھر دوسرا راستہ اختیار کر لیا تو ابو عثمان بھی پیچھے ہو گئے اسی طرح ان کے پیچھے لگے رہے یہاں تک کہ ان کو پکڑ لیا اور فرمایا۔ پیارے بیٹے تم اس شخص کی صحبت ہرگز اختیار مت کرو جو تم سے صرف اس حالت میں محبت کرے جب کہ تم گناہ سے معصوم ہو۔ خوب سمجھ لو کہ ابو عثمان کی صحبت کا نفع تو اس ہی حالت میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ ابو عمرو بن بجید پر اس شفقت کا یہ اثر ہوا کہ دوبارہ) توبہ کی تجدید کی اور پھر سلوک اور ذکر واطاعت

کی طرف لوٹ آئے اور اس میں چلنے لگے۔

صحت توبہ کی علامت بوشنجیؒ سے (جن کی وفات ۳۴۸ھ میں ہوئی ہے) توبہ کے متعلق پوچھا گیا انہوں نے فرمایا جب تم کو وہ گناہ یاد آوے مگر یاد آنے پر اس کی لذت محسوس نہ ہو۔ پس یہ ہے توبہ (صحیح) یعنی اکثر امر طبعی ہے کہ گناہ کے تصور سے بھی نفس میں ایک گونہ لذت محسوس ہوتی ہے پس توبہ کے کامل اور مقبول ہونے کے بعد عادۃ اللہ یہ ہے کہ اس کے تصور سے یہ لذت بھی محسوس نہیں ہوتی۔

تائب کے دنیا سے متنفر ہونے کی علت مع جواب شبہ

حضرت ابوحفصؒ (جن کی وفات ۲۶۰ھ کے کچھ بعد ہوئی) ان سے دریافت کیا گیا کہ توبہ کر لینے والا آدمی دنیا کو مکروہ و مبغوض کیوں سمجھتا ہے تو آپ نے جواب دیا، اسلئے کہ دنیا ہی وہ مقام ہے جس میں اس سے گناہ صادر ہوئے تھے اس پر کسی نے پھر سوال کیا کہ دنیا (جیسے صدور گناہ کا مقام ہے) ایسے ہی وہ مقام بھی ہے جس میں اس کو اللہ تعالے نے توبہ سے مشرف فرمایا تو جواب دیا ہاں یہ صحیح ہے مگر اس کو اپنے گناہ کا تو یقین ہے اور قبول توبہ محض محتمل غیر یقینی ہے۔

عزت وذلت کی حقیقت حضرت ذوالنون مصریؒ (متوفی ۲۴۵ھ) نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو اس سے بڑی عزت نہیں دی کہ اس کو اپنے نفس کی حقارت و ذلت پر مطلع فرمادیا۔ اور اللہ تعالے نے کسی شخص کو اس سے زیادہ ذلت نہیں چکھائی کہ اس کو اپنے نفس کی ذلت و

حقارت سے غافل کر دیا۔

لوگوں سے ممتاز حیثیت میں نہ رہنا حضرت ابو علی دقاقؒ نے (جو امام قشیریؒ کے اساتذہ میں سے تھے اور امام قشیریؒ کی وفات ۴۶۵ھ میں ہوئی ہے) فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ وہی کپڑے تم بھی پہنتے رہو جو وہ پہنتے ہیں اور وہی چیز تم بھی کھاتے رہو جو وہ کھاتے ہیں البتہ باطنی حالت (یعنی خدا تعالیٰ کی خشیت و محبت) میں عام لوگوں سے ممتاز رہو۔

انس بالخلوت اور انس مع اللہ فی الخلوۃ میں فرق حضرت یحییٰ بن معاذؒ (متوفی ۲۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ اس میں غور کرو کہ تمہارا انس خلوت کیساتھ ہے یا بحالتِ خلوت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور پہچان اس کی یہ ہے) کہ اگر تمہارا انس خلوت کے ساتھ ہے تب تو جس وقت تم خلوۃ سے باہر آؤ گے تمہارا انس جاتا رہے گا اور اگر تمہارا انس بحالتِ خلوت اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے تو تمہارے لیے دنیا کے سارے مکان جنگل و آبادی برابر ہوں گے (اور یہ درجہ انتہا میں حاصل ہوتا ہے، ابتدا میں اس کی توقع نہ رکھے۔)

بعضوں کیلئے بہ نسبت خلوت کے اجتماع کا افضل ہونا ابو یعقوب سوسیؒ (جو اسحٰق بن محمدؒ متوفی سن ۳۳۰ھ کے شاگرد ہیں) فرماتے ہیں کہ خلوت پر تو اُنہی لوگوں کو قدرت ہو سکتی ہے جو (علم و عمل میں) قوی ہیں لیکن ہم جیسوں کے لئے تو اجتماع ہی افضل ہے جس کی وجہ سے ایک کو دوسرے کا عمل دیکھ کر نفع ہوتا ہے (مگر یہ اجتماع اہلِ دین اور اہلِ اخلاص کے ساتھ ہونا چاہیئے۔)

تقویٰ کی حد حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۵۸ھ) فرماتے

ہیں کہ تقویٰ یہ ہے کہ علم کی حد پر بغیر کسی تاویل کے ٹھہر جاوے ف یعنی جس چیز کے متعلق حلال یا حرام اور جائز یا ناجائز کا علم ہو جاوے، فوراً اس کے مقتضیٰ پر عمل کرے۔ ناجائز کے جائز ہونے کی تاویلیں ڈھونڈنے کی فکر میں نہ پڑے۔

تقویٰ پر عمل یا ترک عمل کا انجام | حضرت یحییٰ بن معاذ (موصوف الصدر) فرماتے ہیں کہ جو شخص تقویٰ کی دقیق چیزوں پر نظر کرے گا وہ بڑی بڑی عطاؤں تک نہ پہنچے گا۔ اور کہا گیا ہے کہ جس شخص کی نظر دین کے بارہ میں گہری ہو گی قیامت میں اس کی عزت بڑی ہوگی (یہ تفسیر اس سے اچھی ہے کہ دقیق النظر کا خطرہ بھی زیادہ ہے اس سے اسکی دقت نظر کے مناسب، باز پرس بھی ہوگی)

زہد کی حقیقت | حضرت جنیدؒ (متوفی ۲۹۷ھ محتاج تعارف نہیں) فرماتے ہیں کہ زہد کی حقیقت یہ ہے کہ جس چیز سے آدمی کا ہاتھ خالی ہو اس سے اس کا دل بھی خالی ہو۔

معنوی سکوت | حضرت ابوبکر فارسیؒ (ان کا سن وفات ہمیں معلوم نہیں ہو سکا) سے پوچھا گیا کہ باطنی اور معنوی خاموشی کسے کہتے ہیں۔ فرمایا کہ گذشتہ اور آئندہ کی فکروں میں مشغول نہ ہونا۔ نیز ابوبکر فارسیؒ فرماتے ہیں کہ جبتک آدمی (دینی یا دنیوی) ضروریات کے متعلق کلام کرتا رہے اس وقت تک وہ (حکماً) سکوت ہی کی حد میں ہے۔ حضرت مصنف (دامت برکاتہم) فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اُن اہلِ افادہ بزرگوں پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا جو (بغرض افادہ) کلام کرتے ہیں (مقصود ابوبکر فارسیؒ کا یہ ہے کہ سکوت ظاہری سے زیادہ اہتمام سکوت باطنی کا ضروری ہے۔)

خوف کا اثر | اُستاد ابو علی دقاق (ان کا سن وفات معلوم نہیں ہو سکا) فرماتے ہیں کہ خوف کی حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو امیدیں دلا کر نہ بہلاؤ کہ شاید حق تعالیٰ معاف فرما دیں یا کوئی شفاعت کر دے یا عنقریب توبہ کر لوں گا۔ بلکہ ہر معصیت سے بچتے رہو اور ہر غلطی پر فوراً توبہ کر لو۔ اور حضرت ذوالنون مصریؒ (متوفی ۲۴۵ھ) سے دریافت کیا گیا کہ بندہ کو خوفِ خدا تعالیٰ کا راستہ کس وقت آسان ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ اُسوقت کہ وہ اپنے آپ کو ایک مریض سمجھے کہ ہر چیز سے (جس میں ضرر کا احتمال ہو) پرہیز کرے کہ کہیں بیماری تک قائم نہ رہے اور حضرت ابو عثمان (ان کا سن وفات معلوم نہ ہو سکا) فرماتے ہیں کہ خوف کی علامت یہ ہے کہ آدمی دنیوی امیدیں زیادہ نہ باندھے۔ یعنی خوف کی خاصیت سے طولِ امل خود قطع ہو جاتا ہے۔

موت کا خوف | ایک شخص نے بشر حافیؒ (متوفی ۲۲۷ھ) سے عرض کیا کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ موت سے ڈرتے ہیں۔ فرمایا (ہاں) اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا بڑا بھاری معاملہ ہے۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ موت فی نفسہٖ خوف کی چیز نہیں (بلکہ اس کا خوف اس بنا پر ہے کہ حق تعالیٰ کے سامنے جانا ہے۔)

خوف کو امید پر غالب رکھنا | حضرت ابو سلیمان دارانیؒ (متوفی ۲۱۵ھ) فرماتے ہیں کہ قلب کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس پر خوف ہی غالب رہے کیونکہ جب امید غالب ہو جاتی ہے تو قلب فاسد ہو جاتا ہے حضرت

مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد اکثر احوال اور اکثر لوگوں کے اعتبار سے ہے ورنہ بعض حالات میں اور بعض لوگوں کے لیے غلبۂ اُمید ہی میں سلامتی منحصر ہو جاتی ہے (یعنی غلبۂ خوف سے ان کا قلب ایسا ضعیف ہو جاتا ہے کہ قریب قریب معطل ہو جاتا ہے۔)

خوف و امید دونوں کو جمع رکھنا | حضرت ابو عثمان مغربیؒ (متوفی ۳۷۲ھ) فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کو امیدیں ہی دلاتا رہے وہ بیکار ہو جاتا ہے اور جو شخص ہمیشہ اپنے نفس کو خوف ہی دلاتا رہے وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ اس لیے یوں چاہیئے کہ کبھی امید دلائے اور کبھی خوف۔ (یہ تفصیل درجۂ اکتساب میں ہے اور درجۂ حال میں کسی ایک کا غالب ہو جانا ہر حال میں خیر ہے۔)

غم کا نفع | غم کے بارہ میں علمارِ طریق میں اختلاف ہے۔ عام علمار کا یہ قول ہے کہ دین کا غم انسان کے لیے نافع ہے لیکن دنیا کا غم سودہ محمود (ونافع) نہیں۔ مگر حضرت عثمان حیریؒ (متوفی ۲۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ غم خواہ کسی چیز کا ہو ہر طرح مومن کے لیے فضیلت اور زیادتی، اجر و ثواب کا سبب ہے۔ جب تک کہ یہ غم کسی معصیت کے فوت ہو جانے پر نہ ہو (اگرچہ معاش کے فوت ہو جانے پر ہو) کیونکہ غمِ دنیا اگر تخصیص (یعنی تقرب الی اللہ) کا سبب نہ ہو تو کم از کم تمحیص کا (یعنی گناہوں اور رذائل سے پاک کرنیکا) ذریعہ یقیناً ہے (جیسے دوسرے مصائب اور تکالیف کا حکم ہے)

غم کی بعض خاصیتیں | حضرت ابوالحسین وراقؒ فرماتے ہیں میں نے ابو عثمان

حیریؒ سے غم کے بارہ میں سوال (یعنی کس قدر مفید ہے) کیا تو فرمایا کہ غمگین آدمی کو غم کے متعلق سوال کرنے کی فرصت نہیں ہوا کرتی پہلے کوشش کرو کہ غم حاصل ہو جاوے پھر (اگر ضرورت ہوگی) دریافت کرنا) یعنی پھر اس کی فرصت بھی نہ ہوگی۔)

بھوک کا ادب ابن سالم (متوفی........) سے دو واسطے کیساتھ یہ روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ بھوک کا ادب یہ ہے کہ اپنی عادت (خوراک) سے صرف اتنا کم کھاوے جتنا بلی کا کان (یعنی بہت ہی کم) حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ جو لوگ ضعیف البدن یا ضعیف الہمۃ ہیں ان کے لیے یہی مناسب ہے ورنہ اس باب میں قوی لوگوں کے مناسب دوسرے اقوال بھی ہیں۔

محل تواضع حضرت ابن مبارکؒ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ اغنیاء متکبرین کے مقابلہ میں تکبر کرنا چاہیئے (یعنی صورتاً معاملہ تکبر کا کیا جاوے) اور فقراء کے ساتھ تواضع کرنا چاہیئے۔ یہ سب تواضع میں داخل ہے۔

تواضع اور بعض دوسرے اعمال کی خاصیت حضرت ابراہیم بن شیبانؒ (متوفی) فرماتے ہیں کہ رفعت شان تواضع میں ہے (کما فی الحدیث مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ) اور عزت تقویٰ میں اور آزادی قناعت میں۔

وساوس آنا توکل کے منافی نہیں حضرت حارث محاسبیؒ (متوفی....) سے دریافت کیا گیا کہ کیا متوکل کو طمع بھی پیدا ہو سکتی ہے؟ فرمایا ہاں، طبعی طور پر کچھ وسوسے طمع کے پیدا ہو سکتے ہیں مگر وہ اس کے لیے مضر نہیں اور

ان خطراتِ طمع کو ساقط کرنے میں اس کو اس بات سے مدد ملتی ہے کہ جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے مایوس ہو جاوے۔

صبر کی حد حضرت ابو دقاقؒ (متوفی ......) فرماتے ہیں کہ صبر کی حد یہ ہے کہ تقدیر پر اعتراض نہ کرے لیکن محض اظہارِ مصیبت جو شکایت کے طور پر نہ ہو، صبر کے منافی نہیں (دیکھئے) حق تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے کہ (ہم نے انہیں صابر پایا وہ اچھے بندے ہیں) باوجود اس کے حق تعالیٰ ہی نے ہمیں یہ خبر بھی دی ہے کہ انہوں نے (اپنی مصیبت کو ان لفظوں سے) ظاہر کیا تھا کہ مجھے تکلیف پہنچ گئی۔ حضرت ابو دقاقؒ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ کلمہ (یعنی مَسَّنِیَ الضُّرُّ) حق تعالیٰ نے ان کی زبان سے اسلئے نکالا تاکہ اس امت کے ضعفاء کو دم مارنے کی جگہ ہو جاوے (ضبط محض سے تنگی نہ ہو)

رضا کی تعریف ابو علی دقاقؒ (متوفی .....) فرماتے ہیں کہ رضا کے لیے یہ لازم نہیں کہ بلا کی تکلیف محسوس نہ ہو۔ رضا صرف یہ ہے کہ حکم و قضاءِ الٰہی پر اعتراض نہ کرو نہ ظاہراً نہ باطناً۔

رضا کا محل امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ بندہ پر واجب ہے کہ اس قضا پر راضی ہو جس پر راضی ہونے کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ بات نہیں کہ جو کچھ قضاءِ الٰہی ہو بندہ کو اس پر راضی ہونا جائز یا واجب ہو۔ مثلاً معاصی اور مسلمانوں کے مصائب کہ قضاءِ الٰہی ان سے بھی متعلق ہوتی ہے (حالانکہ بندہ کے لیے ان پر رضا جائز نہیں۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے

ہیں کہ یہ کلام افہام عوام کے اعتبار سے ہے ورنہ افہامِ خواص کے اعتبار سے تو حقیقت وہ ہے جو عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے کہ اس جگہ دو چیزیں ہیں ایک تو معصیت اور مسلمانوں کی مصیبت، سو یہ مقضی ہے قضا نہیں اسلئے اس پر رضا بھی جائز نہیں اور دوسری چیز اس معصیت یا مصیبت کے ساتھ قضائے الٰہی کا متعلق ہونا سو اس پر رضا واجب ہے۔ معلوم ہوا کہ قضا اور مقضی دو چیزیں جدا جدا ہیں (اور دونوں کے احکام جدا جدا)

وقتِ رضا حضرت ابوعثمان (متوفی ۲۹۸ھ) سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب کیا ہے کہ "میں آپ سے طلب کرتا ہوں رضا بعد قضا کے" فرمایا کہ (حدیث میں بعد قضاء کی اس لیے تخصیص فرمائی ہے کہ) قضا سے پہلے تو رضا کا صرف قصد ہو سکتا ہے (خود رضا کا تحقق نہیں ہوتا) رضا تو وہی ہے جو بعد قضاء کے ہو۔

اپنے نفس کیساتھ اور لوگوں کیساتھ معاملہ میں فرق حضرت عمرو بن عثمان مکی" (متوفی ۲۹۱ھ) امام مزنی" (متوفی ــــھ) کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو اپنے نفس پر سب سے زیادہ سخت اور دوسرے لوگوں کے معاملہ میں سب سے زیادہ نرم اور سہولت دینے والا ہو بجز مزنی کے رحمۃ اللہ علیہ۔

متعلقاتِ عبودیت حضرت ابوعلی جوزجانی" (متوفی ــــھ) فرماتے ہیں کہ رضا عبودیت کا گھر ہے اور صبر اُس کا دروازہ ہے اور تفویض اُس گھر کا ایک کمرہ۔ پس دروازہ پر آواز دیجاتی ہے اور گھر میں پہنچ کر فراغت و اطمینان

ہوتا ہے اور کمرہ میں داخل ہو کر راحت ملتی ہے۔ ف مُراد یہ ہے کہ جسطرح گھر کے تین درجے عادۃً ہوتے ہیں اوّل دروازہ جو مکان کا ابتدائی افتتاحی درجہ ہے پھر گھر کا صحن وغیرہ جو گھر کا گویا متوسط درجہ ہے پھر گھر کے وہ کمرے جن میں آدمی راحت پاتا ہے جو مکان کا گویا انتہائی درجہ ہے اسی طرح عبدیت کے تین درجے ہیں، اوّل صبر، جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے حق تعالیٰ اوّل صبر عطا فرماتا ہے اس کے بعد رضا باقضا ر جو ذریعۂ اطمینان ہے اور اسکے بعد تفویض جس میں راحتِ کاملہ عطا ہو جاتی ہے (اس سے صبر اور رضا اور تفویض کی ترکیب اور آثار ظاہر ہو گئے۔)

مُرید اور مُراد کے احکام رسالہ قشیریہ کے باب الارادہ میں مُرید اور مُراد کے احکام بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ باقی رہا فرق مرید اور مراد میں تو اصل یہ ہے کہ درحقیقت ہر مُرید مُراد بھی ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ حق تعالیٰ کا مُراد نہ ہوتا یعنی حق تعالیٰ اس کے حال پر توجہ و عنایت نہ فرماتے تو وہ مرید ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ عالَم میں کوئی چیز بغیر ارادہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ کے واقع نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح ہر مراد مرید بھی ہوتا ہے کیونکہ جب حق تعالےٰ اس کو مُراد بناتے ہیں تو اس کی بھی توفیق اس کو دیدیتے ہیں کہ وہ مرید بنجائے۔ لیکن قوم (یعنی صوفیائے کرام) نے مُرید اور مُراد میں فرق کیا ہے اُن کے نزدیک مرید مبتدی ہے اور مراد منتہی۔ مرید وہ شخص ہے جس کو مجاہدات اور ریاضات کی مشقتوں میں ڈالا گیا ہو اور مراد وہ شخص ہے جو بغیر مشقت کے مقصد تک پہنچ گیا ہو۔ پس مُرید مشقت میں پڑنے والا ہے اور مراد وہ

جس کے ساتھ مہربانی و آسانی کی گئی ہے اور عادت اللہ سالکین طریق کے ساتھ مختلف ہے۔ بہت سے آدمیوں کو اوّل مجاہدات کی توفیق دیجاتی ہے پھر طرح طرح کی مشقتیں اٹھانے کے بعد بلند مقاصد تک پہنچتے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں کو اوّل ہی سے اعلیٰ معانی کا کشف ہونے لگتا ہے اور اس درجہ تک پہنچ جاتے ہیں جہاں تک اصحاب مجاہدہ بھی نہیں پہنچتے۔ مگر اُن میں سے اکثر حضرات اس آسانی کے بعد پھر مجاہدہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ وہ فضائل بھی اُن کو حاصل ہوجاویں جو عدم مجاہدہ کیوجہ سے فوت ہو رہے تھے۔

ذکر اگرچہ فقط زبان سے ہو نعمت ہے | حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ

ابو عثمان حیری متوفی ۲۹۸ھ) سے کہا گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں مگر اپنے دلوں میں حلاوت نہیں پاتے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر کرو کہ اس نے تمہارے اعضاء میں سے ایک عضو (یعنی زبان) کو تو اپنی اطاعت و عبادت سے آراستہ فرما دیا ہے۔

بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی رحمت بندہ پر اس طرح ہوتی ہے کہ اس کو اپنے ذکر پر مجبور کر دیا جاتا ہے

بعض صوفیائے کرام نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے لوگوں نے بیان کیا کہ فلاں بن میں ایک ذاکر شاغل آدمی ہے۔ میں اس کی زیارت کے لیے گیا وہ بیٹھا ہی تھا کہ اچانک ایک بہت بڑا درندہ سامنے آیا اور ایک سخت ضرب اس ذاکر پر لگائی جس میں اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا اتار لیا۔ وہ بھی بیہوش ہوگیا اور میں بھی۔ جب ہوش آیا تو میں نے اُس سے کہا کہ یہ

کیا تھا۔ فرمایا کہ حق تعالےٰ نے مجھ پر اس درندہ کو مسلط کر رکھا ہے۔ جب مجھے ذکر اللہ میں کچھ سستی پیدا ہوتی ہے تو یہ مجھے اسی طرح کاٹتا ہے جیسا تم نے مشاہدہ کیا۔

فتوت یعنی عالی ظرفی کا بیان حضرت حارثہ محاسبیؒ فرماتے ہیں کہ فتوۃ (یعنی عالی ظرفی) یہ ہے کہ تم تو لوگوں کے معاملہ میں انصاف کرو اور اپنے لیے اُن سے انصاف کے منتظر نہ رہو۔

بعض دقائق فتوت کے بیان میں نقل کیا جاتا ہے کہ اربابِ فتوۃ کی ایک جماعت ایک ایسے شخص کی زیارت کو گئی جو فتوت میں مشہور تھا۔ اس شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ دسترخوان لاؤ، وہ نہ لایا۔ اُسنے مکرّر سکرّر کہا مگر وہ نہ لایا۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کہ یہ بات تو فتوت کے خلاف ہے کہ ایسے شخص کو خادم بنایا جائے جو اتنی مرتبہ کہنے پر بھی دسترخوان نہ لائے۔ (کیونکہ) ایسے شخص سے بعض دفعہ ایسے لوگوں کو اذیت ہوگی جن کو راحت پہنچانا ضرور ہے) اس شخص نے غلام سے پوچھا کہ تم نے دسترخوان لانے میں دیر کیوں کی۔ اُس نے کہا کہ دسترخوان پر ایک چیونٹی تھی میں نے یہ بات تو اِن حضرات کے ادب کے خلاف سمجھی کہ چیونٹی سمیت دسترخوان ان کے سامنے لاؤں اور یہ بات فتوت کے خلاف تھی کہ چیونٹی کو دسترخوان سے پھینکدوں۔ اسلیے ٹھہرا رہا یہانتک کہ چیونٹی خود ہی اس پر سے چلی گئی۔ اُن لوگوں نے کہا اے غلام تو نے تو بہت تدقیق سے کام لیا ہے۔ اربابِ فتوت کی

خدمت کے لیے تجھ سا ہی آدمی چاہیئے۔

فراست اور اس کی حد حضرت ابوحفص نیشاپوریؒ (متوفی سنہ ۲۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ فراست کا دعویٰ کرے۔ البتہ دوسرے کی فراست سے ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ تم فراست سے کام لو۔ اور جو فراست سے ڈرنیکا خود مامور ہے اسکو فراست کا دعوٰی کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

حُسنِ خلق کا خلاصہ حضرت واسطیؒ (متوفی سنہ ۳۲۰ھ) فرماتے ہیں کہ خلق عظیم کی علامت یہ ہے کہ نہ وہ کسی سے جھگڑے اور نہ لوگ اس سے جھگڑنے پائیں جس کی وجہ حق تعالیٰ کی غایت معرفت ہے (کہ اُس معرفت سے ان فضول کی اُس کو فرصت ہی نہیں ہوتی۔)

حُسنِ خلق کیلئے مشق کا طریقہ حضرت وہبؒ (متوفی سنہ ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ جو شخص چالیس دن کسی خصلت وعادت کی پابندی کرے تو اللہ تعالیٰ اُس خصلت کو اُس کے لیے مثل طبعی عادت کے بنا دیتا ہے۔

اعلیٰ درجہ کی سخاوت حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (متوفی سنہ ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ جو چیز لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اُس سے سخی (اور مستغنی) رہنا اس سخاوۃ سے افضل ہے کہ اپنی موجودہ چیز خرچ کرے۔ (مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی چیزوں سے نظرِ طمع قطع کرے اور اُن کی مملوکہ اشیاء کی حرص نہ کرے تو یہ بھی ایک سخاوت ہے اور اپنا مال خرچ کرنیسے زیادہ اعلیٰ درجہ کی سخاوت ہے۔

غیرت کی حقیقت استاد (ابوعلی دقاقؒ) فرماتے ہیں کہ مطلق غیرت کے

معنے ہیں کہ کسی کام میں اپنے غیر کی شرکت کو اس چیز میں مکروہ سمجھے (یہ تو مطلق غیرت کی تفسیر ہے) اور جب غیرت کی نسبت حق تعالیٰ کیطرف کیجاوے تو اُس کے یہ معنیٰ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھ غیر کی شرکت کو پسند نہیں فرماتے جو انکا خاص حق ہے یعنی عبادت و طاعت۔ اور جب غیرت کیساتھ بندہ کو موصوف کیا جاوے تو اُسکی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی شئے کیلئے غیرت کرے اور یہ قسم بندہ کی جانب سے باری تعالیٰ کے حق میں صادر ہو سکتی ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ بندہ سے یہ چاہے کہ اپنے حالات میں سے کوئی حال اور اوقات زندگی میں سے کوئی سانس حق تعالیٰ کے سوا کوئی اور کیلئے خرچ نہ کرے تو اس صورت میں مشارکت (جو غیرت کی تفسیر میں ماخوذ ہے اُس) سے مُراد یہ ہوگی کہ غیر اللہ کو اپنے حالات و معاملات میں شریک نہ ہونے دے (اور ظاہر ہے کہ یہ صفت محمود ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کو کسی درجہ میں بھی شریک کرنا مذموم ہے۔

اور دوسری قسم غیرتِ عبد کی یہ ہے کہ کسی شئے پر غیرت کرے اور وہ بندہ کی جانب سے حق تعالیٰ کی شان میں صادر نہ ہونی چاہیئے۔ اور صورت اُسکی یہ ہے کہ کوئی بندہ اس میں بخل اور غیرت کرے کہ حق تعالیٰ کسی دوسرے پر کیوں مہربان ہو۔ اور اس صورت میں مشارکت (جو تفسیر غیرت میں ماخوذ ہے) یہ ہوگی کہ کسی غیر کی شرکت بندہ کے ساتھ قرب خداوندی میں ہو (اور غیرت کی یہ دوسری قسم) جہالت ہے کیونکہ اس کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اس کے سوا نہ کوئی پہچانے اور نہ اس کا کوئی ذکر کرے اور بعض اہل حال سے جو اس قسم کی غیرت منقول ہے وہ حالتِ سُکر (از خود رفتگی) پر محمول ہے۔ جیسا کہ حضرت شبلیؒ سے دریافت کیا

گیا کہ آپ کو راحت کس وقت نصیب ہو سکتی ہے۔ فرمایا کہ جب میں یہ دیکھوں کہ (میرے سوا) کوئی اُس کا ذکر کرنے والا نہیں۔ یہ سب مضمون رسالہ قشیریہ سے تغیر الفاظ کے ساتھ ماخوذ ہے

استقامت کے بیان میں حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ استقامت یہ ہے کہ وقت (حاضرہ) کو قیامت سمجھو۔ یعنی ایسا سمجھنے سے تمام احوال واعمال میں استقامت پیدا ہو جائے گی۔

اخلاص اور صدق کا بیان میں نے اُستاذ ابو علی دقاق سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اخلاص اس کا نام ہے کہ (اپنے اعمال میں) مخلوق پر نظر کرنے سے بچے (یعنی نہ اُن کی وجہ سے کوئی عمل اختیار کرے، نہ چھوڑے۔ جو کچھ کرے خدا کیلئے کرے) اور صدق یہ ہے کہ نفس کے مطالعہ سے پاک رہے (یعنی اپنے عمل میں نفسانی خواہشات اور اتباعِ ہوٰی سے باز رہے) پس مخلص میں ریار نہیں ہو سکتی اور صادق کو خود بینی تکبر نہیں ہو سکتا اور حضرت ذوالنون مصریؒ (متوفی ۲۴۹ھ) فرماتے ہیں کہ اخلاص اس کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا کہ اپنے اخلاص میں سچا ہو اور اخلاص پر ہمیشہ قائم رہے! اسی طرح صدق بغیر اس کے مکمل نہیں ہو سکتا کہ اپنی سچائی میں مخلص ہو اور اُس پر مداومت کرے اور حضرت یعقوب سوسیؒ (جو حضرت جنید بغدادی کے ہمعصر ہیں) فرماتے ہیں کہ جب لوگ اپنے اخلاص کو خود بھی مشاہدہ کرنے لگیں (یعنی اس پر نظر ہونے لگے کہ ہم مخلص ہیں) تو اُنکا اخلاص اس کا محتاج ہو گیا کہ اس سے بھی اخلاص پیدا کر دیں۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ اپنے اخلاص پر خود نظر ہونا اسکی دلیل

ہے کہ وہ اپنے اخلاص میں سچے نہیں. جیسا کہ حضرت ابو علیؒ سے نقل ہوچکا ہے اور اخلاص بدوں صدق کے مکمل نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت ذوالنون مصریؒ کے ارشاد مذکور سے معلوم ہوا. پس اپنے اخلاص پر خود نظر ہونا علامت اخلاص کے غیر مکمل ہونے کی ہے اسلئے یہ اخلاص محتاجِ اخلاص ہوگیا۔ اور حضرت فضیل ابن عیاضؒ (متوفی ۱۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ لوگوں کی وجہ سے عمل کا چھوڑ دینا ریا ہے اور اُن کی وجہ سے کوئی عمل اختیار کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ حق تعالیٰ تمہیں ان دونوں آفتوں سے محفوظ رکھے۔

حقیقتِ حیار حضرت ذوالنون مصریؒ (متوفی ۲۴۵ھ) فرماتے ہیں کہ حیار کی حقیقت یہ ہے کہ قلب میں ہیبت ہو اور اس کیساتھ اپنے گذشتہ گناہوں کی وحشت ہو۔

حیار کا اثر حضرت ذوالنونؒ نے یہ بھی فرمایا کہ محبت (کا خاصہ یہ ہے کہ وہ) گویا ترقی کرتی ہے (یعنی جب اس کا جوش ہوتا ہے تو زبان نہیں رکتی) اور حیا خاموش کرتی ہے اور خوف بے چین کرتا ہے۔

حیار کی حقیقت دوسرے عنوان سے اُستاذ ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ حیار دل کو پگھلاتی ہے. پھر فرمایا کہ حیار اسکا نام ہے کہ آدمی کا باطن اپنے گناہوں پر مولا کی اطلاع کے خوف سے پگھلنے لگے. اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حیار اسکا نام ہے کہ خداوند سبحانہ وتعالیٰ کی تعظیم وہیبت کیوجہ سے قلب سمٹنے لگے۔

حیار کا منشار وسبب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے حیار کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ جب آدمی حق تعالیٰ کی نعمتوں کا مشاہدہ کرتا

ہے اور اس کے ساتھ اپنی تقصیرات کا استحضار کرتا ہے تو ان دونوں کے ملانے سے ایک حالت پیدا ہوتی ہے اسی کا نام حیار ہے۔

حریّت کے بیان میں استاذ ابوعلی دقاق فرماتے ہیں کہ خوب سمجھ لو کہ حریّۃ (یعنی آزادی) حقیقی غلامی کے کمال میں ہے۔ پس جب انسان کی غلامیٔ عبودیت حق تعالیٰ کے لئے خاص ہوجاتی ہے تو اغیار کی غلامی سے اُس کی آزادی خالص ہوجاتی ہے لیکن جو شخص (حریّت کے متعلق) یہ وہم کرے کہ بندہ کسی وقت اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ عبودیّت کی باگ اُتار دے اور امر و نہی اور حدودِ شرعیہ سے باوجود درستیٔ ہوش وحواس آزاد ہوجائے تو ایسا خیال بالکلیہ دین سے نکل جانے کا ہم معنی ہے اور قوم (صوفیار) نے جس حریّت کیطرف اشارہ کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ بندہ مخلوقات میں سے کسی چیز کا مقید و پابند نہ ہو بلکہ سب سے یکسو اور مطمئن نہ ہو نہ اسکی موجودہ دنیوی حاجات اپنا غلام بنائیں اور نہ نفسانی خواہشات اور نہ آئندہ کی تمنائیں اور نہ کسی حاجت اور مقصد کی طلب نہ دنیا کے متاع کی نہ آخرت کے متاع کی۔

ذکر کے بیان میں بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ کو دل سے یاد کرنا مریدین کی ایک تلوار ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے دشمنوں سے مقاتلہ کرتے ہیں (اور) آفتوں کو جو اُن پر آنا چاہتی ہیں دفع کرتے ہیں۔ اور یہ کہ جو کوئی بلار بندہ کے قریب آتی ہے تو جب وہ اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے تو تمام ناگوار چیزیں اس سے ہٹ جاتی ہیں۔

ولایت کے بعض خواص حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ولی

حاشیہ صفحہ نمبر ۱۲۲ پر دیکھو ←

(میں دو خصلتیں ہوتی ہیں) وہ ریار نہیں کرتا اور نفاق نہیں کرتا۔ اور جس کی یہ
عادت ہو (ظاہر ہے کہ) اُس کے کسقدر تھوڑے دوست ہوں گے۔

ولی کی دشمنی میں مبتلا ہونیکے بعض اسباب حضرت ابوتراب نخشبیؒ فرماتے
ہیں کہ جب قلب اللہ تعالیٰ سے (معاذ اللہ) اعراض کرنے کا عادی ہوجاتا ہے
تو اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی اس میں پیدا ہوجاتی ہے کہ اولیار اللہ کی بُرائی
اور دشمنی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

دُعا کے بیان میں اہلِ طریق کا اس میں اختلاف ہے کہ دعا کرنا افضل
ہے یا ساکت اور راضی برضا رہنا (اور علامہ قشیریؒ نے اس کے متعلق مختلف
اقوال نقل فرمائے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ) ایک جماعت نے
فرمایا کہ بندہ پر یہ واجب ہے کہ زبان سے تو صاحب دعا ہو اور دل سے
صاحبِ رضا تاکہ دعار رضار کی دونوں فضیلتوں کا جامع ہوجاوے۔ (حضرت
جامعِ رسالہ دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ زبان سے صاحبِ دُعار ہونے کے
معنی یہ ہیں کہ زبان اور دل دونوں سے صاحب دعار ہو (نہ یہ کہ صرف زبان
سے دعا کرے اور دل اس سے غافل ہو) کیونکہ غافل دل کے ساتھ دعار

حاشیہ ص۱۳۹ : حضرت مصنف رسالہ دامت برکاتہم نے جن حضرات صوفیہ کے حالات ومقالات اس رسالہ میں
تحریر فرمائے ہیں اُن کے ناموں کیساتھ اس کا بھی التزام فرمایا ہے کہ ان کا سن وفات ذکر کر دیا جاوے
تاکہ ناظرین معلوم کرسکیں کہ یہ سب اقوال واحوال متقدمین اسلام اور ائمہ امت کے ہیں جس سے اعتماد و
اطمینان بڑھ جاتے لیکن چونکہ ایک ہی نام بار بار آتا ہے اور ہر مرتبہ سن وفات کا تذکرہ زائد معلوم ہوتا ہے
مگر گذشتہ پر حوالہ کرنا بھی دشواری سے خالی نہیں اسلیے یہ اختیار کیا گیا کہ ان حضرات کے سنین وفات مع مختصر
حال کے ختم پر ایک جگہ لکھ دیتے جائیں تاکہ دونوں فائدے حاصل ہوجائیں۔ ۱۲ محمد شفیع عفی عنہ

کرنے کی حدیث میں مذمت آئی ہے۔

اجابتِ دعاء کی تاخیر کی ایک حکمت حکایت ہے کہ یحییٰ بن سعید قطانؒ نے حق سبحانہ وتعالیٰ کی خواب میں زیارت کی تو عرض کیا یا اللہ میں بہت مرتبہ آپ سے دعا کرتا ہوں اور آپ قبول نہیں فرماتے۔ ارشاد فرمایا کہ اے یحییٰ میں تمہاری (دعاء کی) آواز سننا چاہتا ہوں (اسلئے تاخیر کرتا ہوں تاکہ یہ آواز کا سلسلہ طویل ہو۔)

فقر کے حقوق حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے جماعتِ فقراء (اولیاء اللہ) تم کو لوگ اللہ ہی کے نام سے پہچانتے ہیں اور اُسی کی وجہ سے تمہاری تعظیم کرتے ہیں، تو (تم بھی) اس کا خیال رکھو کہ جب تم خلوت میں حق تعالیٰ کے سامنے ہو تو تمہارا معاملہ اس کیساتھ کیا ہونا چاہئے۔

فقیری کی بعض خصوصیات حضرت ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے فقیری طلب کی تو (خود بخود) غنیٰ ہمارے سامنے آگیا اور لوگوں نے غنا طلب کیا تو فقیری (و محتاجی) اُن کے سامنے آئی۔

فضیلتِ فقر کا راز حضرت یحییٰ بن معاذؒ کے سامنے لوگوں نے فقر و غناء کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ (عزیزو) کل (روزِ قیامت میں) نہ غنا کا کوئی وزن ہوگا نہ فقیری کا بلکہ درحقیقت وزن صبر و شکر کا ہے (یعنی اگر غناء پر شکر اور فقر پر صبر کیا جاوے تو دونوں محمود ہیں۔ ورنہ جسطرح شکر نہ کرنے کی صورت میں غناء مذموم ہے ایسے ہی صبر نہ کرنیکی صورت میں فقر بھی سود مند نہیں۔ پس فضیلتِ فقر کا راز صبر ہے۔

تصوف کی حقیقت | حضرت عمر ابن عثمان مکی ؒ سے دریافت کیا گیا کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے. فرمایا یہ کہ بندہ ہر وقت میں ایسی حالت میں رہے جو اُس وقت کے مناسب ہو اور شیخ ابوالحسن سیروانی ؒ کا یہ مقولہ بھی اسی معنی پر محمول ہے کہ صوفی وہ ہے جو واردات کا تابع ہو نہ کہ اوراد و وظائف کا.

ادب ظاہر و باطن کا جمع کرنا | اور جب حضرت ابوحفص ؒ بغداد میں تشریف لیگئے تو حضرت جنید ؒ نے اُنسے فرمایا کہ آپ نے تو اپنے مریدین کو بادشاہوں کے سے آداب سکھلائے ہیں. حضرت ابوحفص ؒ نے فرمایا کہ ظاہری ادب و تہذیب باطنی ادب و تہذیب کی علامت ہے. اور حضرت شبلی ؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے عرض و معروض کرنے میں بے تکلفی کے الفاظ کہنا خلاف ادب ہے.

محبت کا مقتضا ادب ہے یا سقوط ادب. ان دونوں میں تطبیق

حضرت جنید ؒ فرماتے ہیں کہ جب محبت کامل ہوجاتی ہے تو شرائط ادب ساقط ہوجاتی ہیں. اور حضرت ابوعثمان ؒ فرماتے ہیں کہ جب محبت کامل ہوجاتی ہے تو محب کے ذمہ ادب کی رعایت زیادہ مؤکد اور ضروری ہوجاتی ہے. حضرت مصنف رسالہ دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اول (یعنی سقوط ادب) محبت کا اثر اُس وقت ہے جبکہ محبت معرفت پر غالب ہو اور دوسری حالت (یعنی ادب کا اور زیادہ مؤکد ہونا) اُس وقت ہے جبکہ معرفت محبت پر غالب ہو. اور ان دونوں حالتوں کی تطبیق میں اور بھی مختلف اقوال ہیں اور میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ میرا ذوق ہے.

سفر کے بعض احکام اور آداب کے بیان میں | حضرت استاذ علی خواص ؒ فرماتے ہیں کہ طائفہ صوفیہ اس بارہ میں مختلف ہیں۔ بعض حضر کو سفر پر ترجیح دیتے ہیں اور ساری عمر سوائے فرض کے جیسے حج ہے کوئی سفر نہیں کیا اور اکثر عمر اُن کی اقامت وحضر ہی میں گذری جیسے حضرت جنید اور سہل بن عبداللہ اور ابویزید بسطامی اور ابو حفص وغیرہم اور بعض حضرات نے سفر کو حضر پر ترجیح دی ہے اور اکثر عمر سفر میں ہی گذاری، یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ مثل ابوعبداللہ مغربی ؒ اور ابراہیم بن ادھم ؒ وغیرہم کے اور بہت سے مشائخ نے زمانہ شباب اور اوائل عمر میں سفر اختیار کیا پھر آخر میں سفر ترک کر کے ایک جگہ قیام کر لیا۔ جیسے حضرت ابوعثمان حیری ؒ اور شبلی ؒ وغیرہ۔ اور ان میں سے ہر ایک کے کچھ اصول ہیں جن پر انہوں نے اپنے طریقہ کی بنا رکی ہے۔ حضرت مصنف دامت فواضلہم فرماتے ہیں کہ اصل شرط اس طریق کی اجتماعِ خواطر ہے (یعنی خیالات کو ایک مرکز پر جمع کرنا اور قلب کو مشوش کرنے والے امور سے پرہیز کرنا) اور یہ اجتماعِ خواطر کسی کو سفر میں حاصل ہوتا ہے کسی کو حضر میں) پس جس کو حضر میں حاصل ہوا اُس نے حضر کو اختیار کیا اور جس کو سفر میں حاصل ہوا اس نے سفر کو اختیار کر لیا۔ اور جس کو یہ جمعیت کبھی سفر میں اور کبھی حضر میں حاصل ہوئی اُس نے ہر وقت کے مناسب سفر یا حضر اختیار کیا۔ اور حضرت یعقوب سوسیؒ فرماتے ہیں کہ مسافر سفر میں چار چیزوں کا محتاج ہے۔ ایک علم جو اُس کی اصلاح کرتا رہے (یعنی اس کو سیدھے راستے چلائے۔ اور کجروی سے بچائے) دوسرے تقویٰ جو اس کو ناجائز چیزوں میں مبتلا

ہونے سے محفوظ رکھے۔ تیسرے شوق جو اس کو اعمال صالحہ پر آمادہ کرے (یعنی انبساط و انشراح جو اس کو اوراد و معمولات کے پورا کرنے پر آمادہ رکھے اور بوجہ سفر کے اس کے اندر سستی اور کسل نہ آنے دے۔ اور چوتھے خلق جو اس کی حفاظت کرے یعنی جس کے سبب ان لوگوں سے تنگدل اور پریشان نہ ہو جن سے اس کو ایذا پہنچے) حضرت مصنف دامت فضائلہم فرماتے ہیں کہ جو شخص ان چاروں کا جامع نہ ہو اس کی حالت کے مناسب یہی ہے کہ وہ سفر چھوڑ دے اور کسی شیخ کی خدمت کو لازم پکڑے جو اس کی تادیب و اصلاح کرے۔

صحبت کے بعض آداب صحبت تین قسم پر ہے۔ اول اس شخص کے ساتھ جو رتبہ میں تم سے بڑا ہے۔ اور اس شخص کیساتھ صحبت درحقیقت خدمت ہے۔ دوسرے صحبت اس شخص کیساتھ جو مرتبہ میں تم سے چھوٹا ہے اور یہ قسم صحبت کی متبوع (یعنی بڑے) پر شفقت و رحمت کو لازم قرار دیتی ہے اور تابع (یعنی چھوٹے) پر موافقت اور تعظیم و احترام کو واجب کرتی ہے۔ تیسرے برابر کے درجہ کے لوگوں کی صحبت ہے اور اس کا مبنی ایثار اور عالی ظرفی پر ہے (یعنی مناسب یہ ہے کہ اپنے رفقاء کیساتھ ایثار اور عالی ظرفی کا معاملہ کرے) پس جو شخص کسی ایسے شخص کی صحبت میں رہے جو مرتبہ میں اس سے بڑا ہے، تو لائق اس کیلئے یہ ہے کہ (اسکے افعال و اقوال پر اعتراض نہ کرے (بلکہ) جو کچھ اس سے ظاہر ہو اس کو کسی اچھے محمل پر محمول کرے اور اس کے احوال کی تصدیق کرے۔ میں نے منصور بن خلف مغربی سے سنا جبکہ ان

سے ہمارے بعض رفقاء نے دریافت کیا کہ آپ ابو عثمان مغربی کی صحبت میں کتنا عرصہ رہے تو انہوں نے اسکو تیز نظر سے دیکھا اور فرمایا کہ مَیں اُن کا مصاحب نہیں رہا بلکہ ایک مدت تک اُن کی خدمت میں رہا ہوں۔

اور جبکہ تمہاری صحبت میں کوئی ایسا شخص رہے جو مرتبہ میں تم سے کم ہے تو اُس کے حقوقِ صحبت میں خیانت تمہاری جانب سے یہ ہے کہ اُس کی حالت میں جو نقصان ہو اُسپر اُسکو متنبہ نہ کرو۔ ابو خیر تیناتی نے جعفر بن محمد بن نصیر کے پاس لکھ کر بھیجا کہ فقراء (یعنی مریدین) کے جاہل رہنے کا وبال تم لوگوں پر ہے کیونکہ تم لوگوں نے اپنے نفوس کیساتھ مشغول ہو کر اُنکی اصلاح کو چھوڑ دیا جس سے وہ جاہل رہ گئے اور جب تم کسی ایسے شخص کی صحبت میں ہو جو درجہ میں تمہارے برابر ہے تو (صحیح) راستہ تمہارے لیے یہ ہے کہ اُس کے عیوب سے چشم پوشی کرو اور جبتک ممکن ہو اُن کے ہر فعل و قول کو تاویل کر کے کسی اچھے محمل پر محمول کرو اور اگر کوئی تاویل نہ ہو سکے تب بھی اپنے نفس کا قصور سمجھو اور اس کیساتھ نرمی اور موافقت کا معاملہ کرتے رہو۔

میں نے استاذ ابو علی دقاق ؒ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ احمد بن ابی الحواری نے فرمایا کہ میں نے ابو سلیمان دارانی سے ذکر کیا کہ فلاں شخص کو میرا دل قبول نہیں کرتا۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ دل میرا بھی اُسکو قبول نہیں کرتا۔ لیکن ١٠ اے احمد شاید یہ آفت خود ہمارے نفس کی ہو کہ ہم چونکہ زمرۂ صالحین سے نہیں ہیں اسلئے صالحین سے ہمیں محبت بھی نہیں۔ (مطلب یہ تھا کہ شاید وہ شخص صالح ہو اور ہمارا دل اُس کو اسلئے قبول نہ کرتا ہو کہ ہم صالح نہیں ہیں۔)

اور یوسف بن حسین فرماتے ہیں کہ میں نے ذوالنونؒ سے دریافت کیا کہ میں کیسے شخص کی صحبت میں رہوں۔ فرمایا اس کی محبت میں رہو جس سے تم اپنا کوئی مخفی سے مخفی بھید جس کی خداوند تعالیٰ کو خبر ہے، نہ چھپاؤ۔

باب: دنیا سے رخصت ہونے کیوقت بزرگوں کے احوال کے بیان میں

استاذ ابوعلیؒ فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے حالات بوقت نزع مختلف ہوئے ہیں۔ بعض پر ہیبت کا غلبہ ہوتا ہے بعض پر رجاء کا اور بعض پر اس حالت میں ایسی چیزیں (نعماء آخرت یا بشارات) منکشف کر دیجاتی ہیں جو اس کیلئے سکون واطمینان کا سبب ہوجاتی ہیں۔

نزع کے وقت بجائے ذکر کے مذکور (حق تعالیٰ) کیطرف متوجہ ہونا

بعض بزرگوں سے حالتِ نزع میں کہا گیا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو۔ تو فرمایا کہ تم کب تک مجھ سے یہ کہتے رہو گے حالانکہ میں حق تعالیٰ ہی کی محبت میں جل بھن رہا ہوں۔ اور بعض لوگوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ممشاد دینوریؒ کی خدمت میں آن کی وفات کے وقت حاضر تھا اُن سے کہا گیا کہ تم بیماری کو کیسا پاتے ہو۔ فرمایا کہ بیماری سے پوچھو کہ وہ مجھے کیسا پاتی ہے۔ پھر اُن سے کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہیے۔ تو دیوار کیطرف چہرہ پھیر لیا اور فرمایا کہ میں نے اپنی پوری ہستی کو تیری ہستی پوری کے لئے فنا کر دیا۔ یہی جزاء ہے اس شخص کی جو آپ سے محبت کرے۔

اور ابو محمد دبیلیؒ سے وفات کے وقت کہا گیا کہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کہو تو فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو ہم (خوب) سمجھ چکے ہیں اور اُسی پر فنا ہو رہے ہیں اس کے بعد یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر) جب میں اُس کا عاشق ہو گیا تو اُس نے ناز کا لباس پہن لیا اور مجھ سے اعراض کرنے لگا اور اس پر راضی نہیں ہوا کہ میں اس کا غلام بنوں۔ یعنی اس کو ادائے حق کے لئے کافی نہیں سمجھا) اور حضرت شبلیؒ سے اُن کی وفات کے وقت کہا گیا کہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کہو تو یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر) اس کی سلطانیٔ محبت نے کہا کہ میں رشوۃ قبول نہیں کیا کرتا۔ تم اُس سے اُسی کی قسم دیکر پوچھو کہ پھر وہ کیوں میرے قتل کے درپے ہے۔ (مطلب شاید یہ ہے کہ عدالتِ عشق میں رشوت سے تو کام نہیں چلتا کہ اس کے ذریعہ جان بچ سکے اب تم خود سلطانِ محبت ہی سے دریافت کرو کہ مجھے کس گناہ میں قتل کیا جاتا ہے اور یہ عنوان عاشقانہ ہے اس پر شبہ سوءِ ادب کا نہ کیا جائے) حکایت ہے کہ اُن سے یعنی (حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ سے بوقتِ وفات) کہا گیا کہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کہو۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا مَیں اُسی کے پاس نہیں جا رہا ہوں۔ اور ابو علی روذباریؒ کی حکایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں جنگل میں ایک جوان سے ملا اس نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگا کہ کیا (میرے) محبوب کے لیے یہ کافی نہ تھا کہ مجھے اپنی محبت میں مشغول و مشغوف کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ مجھے (ظاہری طور پر بھی) بیمار کر دیا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ فوراً ہی اُس کا نزع شروع ہو گیا۔ مَیں نے اس سے کہا کہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہُ

کہو۔ اس نے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ اشعار) اے وہ ذات کہ میرا بدون اس کے نباہ نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ مجھے عذاب و تکلیف پہنچائے اور اے وہ ذات کہ جس نے میرے قلب پر ایسا قبضہ کیا ہے کہ اُس کی کوئی حد نہیں ہے۔

اور حضرت جنیدؒ سے (بوقت وفات) کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو فرمایا کہ مَیں اُسے بھُولا ہوا نہیں ہوں کہ (از سر نو) یاد کروں۔ اسکے بعد یہ اشعار پڑھے (ترجمۂ اشعار) وہ (ہر وقت) میرے دل میں حاضر اور اُس کی آبادی و رونق کا سبب ہے۔ میں اُسے بھول نہیں گیا کہ (از سر نو) یاد کروں وہی میرا آقا اور معتمد ہے اور میرا اُس سے تعلق کا حصہ کامل ہے۔ (قشیریؒ فرماتے ہیں کہ) میں نے عبداللہ بن یوسف اصبہانی سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابوالحسن بن عبداللہ طرسوسی سے سُنا وہ بواسطہ علوش دینوریؒ حضرت مزینؒ کبیرؒ سے نقل کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ مَیں مکہ مکرمہ میں تھا کہ اچانک مجھے (باطن میں) ایک اضطراب پیش آیا۔ میں مدینہ طیبہ کا ارادہ کر کے شہر سے نکلا۔ جب بیر معونہ کے پاس پہنچا اچانک ایک جوان کو زمین پر پڑا ہوا دیکھا۔ میں اس کے پاس گیا، دیکھا تو وہ نزع کی حالت میں تھا۔ میں نے اس کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کی۔ اس نے آنکھیں کھولدیں اور یہ شعر پڑھا (ترجمہ) "اگر مَیں مر رہا ہوں تو کیا حرج ہے کیونکہ عشق الٰہی میرے دل میں بھرا ہوا ہے اور شریف لوگ عشق ہی کی بیماری سے مَرا کرتے ہیں"۔ اسکے بعد ایک نعرہ مارا اور انتقال کر گئے۔ میں نے غسل و

ؔ مزین محاورۂ عربیہ میں خط بنانیوالے حجام کو کہا جاتا ہے۔ یہ بزرگ یہی کام کرتے تھے۔ ۱۲ محمد شفیع

کفن دیکر نماز جنازہ پڑھی۔ جب دفن سے فارغ ہوا تو میرے قلب کا اضطراب اور سفر کا ارادہ سب ختم ہو گئے۔ میں واپس مکہ معظمہ آگیا۔

ف گویا اللہ تعالیٰ نے وہ تقاضا سفر کا اس نوجوان کی خدمت کیلئے پیدا کیا تھا۔

اور میں نے محمد بن عبد اللہ صوفی سے سنا وہ بواسطہ ابو عبد اللہ بن خفیف نقل کرتے تھے کہ میں نے ابوالحسن مزینؒ سے سنا کہ جب حضرت ابو یعقوب نہر جوریؒ مرض وفات میں تھے تو میں نے اُن سے کہا کہ لاالٰہ الا اللہ کہو۔ وہ مسکرائے اور فرمایا کہ مجھ سے کہہ رہے ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جو ذائقہ موت چکھنے سے بری ہے کہ میرے اور اُسکے درمیان بجز حجاب کبریائی کے اور کوئی حجاب نہیں ہے"۔ اس کے بعد ہی فوراً انتقال فرما گئے۔ ابوالحسن مزین جب اس حکایت کو ذکر کرتے تو رویا کرتے تھے اور اپنی داڑھی پکڑ کر کہا کرتے تھے کہ بڑے شرم کی بات ہے کہ مجھ جیسا ایک حجام اولیاء اللہ کو کلمہ شہادت کی تلقین کرے۔

حضرت جامعِ رسالہ دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ شاید ان حکایات سے کسی کو یہ وہم ہو کہ ان حضرات اکابر نے ذکر اللہ سے اعراض کیا حاشا دکلا۔ بلکہ حقیقت اسکی یہ ہے کہ یہ حضرات بجائے ذکر الفاظ کے خود ذات مذکور کیطرف متوجہ اور اُسمیں محو تھے اور یہ بڑی عالیشان حالت ہے۔ مگر اُس سے زیادہ اعلیٰ درجہ کی حالت یہ ہے کہ دونوں (یعنی ذکر اور توجہ الیٰ ذات المذکور) کو جمع کرے جیسا کہ اکثر اصحابِ مقامات کا یہی حال تھا۔ اور میں نے یہ حکایات متعدد اسلئے ذکر کر دی ہیں کہ متاخرین میں سے بعض بزرگوں کو اس قسم کا واقعہ پیش آیا جیسا کہ ہمارے

یشیخ الشیخ کے ایک مرید حضرت شیر خاںؒ کا واقعہ مجھے پہنچا ہے کہ جب اُن کی وفات قریب آئی اور اُن کو ذکر کی تلقین کی گئی تو انہوں نے موافقت نہ کی۔ لوگوں نے حضرت شیخ کو اطلاع دی وہ تشریف لائے اور پوچھا کیا حال ہے، کہا الحمدللہ خیریت سے ہوں لیکن لوگ مجھے ذاتِ مسمیٰ کے شغل سے شغلِ اسم میں لگانا چاہتے ہیں آپ ان کو منع فرما دیجئے (انتہیٰ) میں نے حضرات سلف کے یہ نظائر اسلئے جمع کر دیے ہیں تاکہ متاخرین پر بدگمانی نہ کی جاوے۔

معرفت الٰہیہ کے بعض آثار | کہا گیا ہے کہ عارف جو کچھ کہتا ہے اُس کا درجہ اُس سے مافوق ہوتا ہے اور (محض) عالم (جو عارف نہ ہو) جو کچھ زبان سے کہتا ہے اُس کا حال اُس سے کم ہوتا ہے۔ حضرت جامع رسالہ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ عارف جس حال میں ہوتا ہے وہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ احاطۂ تقریر سے باہر ہوتا ہے اسلئے اُس کا حال اپنے قال سے بالاتر ہوتا ہے اور محض) عالم کے پاس اکثر صرف قال ہوتا ہے جو بدرجۂ حال اُسے حاصل نہیں ہوتا۔ اسلئے اس کا درجہ اپنے قال سے کم رہتا ہے۔

حضرت رویمؒ فرماتے ہیں کہ عارفین کی ریا، مریدین کے اخلاص سے افضل ہے۔ حضرت جامع رسالہ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مراد اس ریا سے ریاءِ شرعی نہیں بلکہ محض لغوی ریا ہے۔ یعنی اپنے عمل کو مریدین کے نفع کے لیے ان کو دکھلانا اور اُن پر ظاہر کرنا۔ اور اپنے ذاتی نفع کیساتھ جب دوسروں کی نفع رسانی بھی جمع ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ وہ تنہا اپنے نفس کو نفع پہنچانے سے افضل ہے۔

حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا گیا کہ عارف کون ہے۔ فرمایا کہ پانی کا رنگ وہی ہوتا ہے جو اُس برتن کا رنگ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ عارف وہ ہے جو اپنے واردات وحالات کے تابع ہو۔ حضرت جامع رسالہ ادام اللہ تعالیٰ افاضاتہ فرماتے ہیں کہ اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ عارف ابن الوقت (بمعنے مغلوب الحال) ہوتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ ابوالوقت (یعنی اپنے حال پر قابو یافتہ) ہوتا ہے مگر اس کیساتھ وہ ہر حال کے حقوق کی رعایت رکھتا ہے کیونکہ تجلیات وواردات کا ادب بھی ہے کہ اُن کے حقوق کی رعایت کی جاوے۔ نیز حضرت جامع فرماتے ہیں کہ مَیں نے یہ دونوں آخری مقولے اپنے شیخ قدس اللہ سرہٗ سے بطور متن سنے تھے۔ پھر میں نے اپنے ذوق سے اُن کی مذکور الصدر شرح کردی ہے اور یہ ذوق بھی حضرت شیخ قدس سرہٗ ہی کے فیض سے مستفاد ہے۔

عارف پر بکاء عین کا غلبہ نہ ہونا حضرت ابوسعید خرازؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا عارف کسی وقت ایسی حالت پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کو رونا نہ آئے۔ فرمایا ہاں۔ کیونکہ رونا سیر الی اللہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ پھر جب وہ حقائق قرب کی منزل پر مقام کرتے ہیں اور وصول الی اللہ کا ذائقہ اس کے فضل سے چکھتے ہیں تو اُن سے یہ کیفیت بکاء زائل ہوجاتی ہے۔ حضرت جامع دامت فیوضہٗ فرماتے ہیں کہ اس سے نفس بکاء کی نفی منظور نہیں، بلکہ غلبہ بکا کی نفی مقصود ہے اور اُس سے بھی بکاء عین کے غلبہ کی نفی مراد ہے بکاء قلب کی نہیں۔ پھر یہ بھی اکثری حکم ہے قاعدہ کلیہ نہیں کیونکہ سالکین کی استعدادیں اقتضاء احوال میں مختلف ہوتی ہیں۔

بابُ المحبّت

بعض علاماتِ محبت | حضرت یحییٰ بن معاذ'' فرماتے ہیں کہ حقیقت محبت کی یہ ہے کہ جفار محبوب سے اس میں کمی نہ آوے اور محبوب کے احسان سے اُس میں زیادتی پیدا ہو۔ حضرت جامع رسالہ (متعنی اللہ من برکاتہ باو فرحظہ) فرماتے ہیں کہ مراد جفار محبوب سے (اسجگہ) یہ ہے کہ ایسے احسانات میں کمی کر دیجاوے جو مذاق نفس کے موافق ہوں اور اس کے مقابلہ میں احسانِ محبوب سے مراد احسانات میں زیادتی کرنا ہے۔ احقر مترجم کہتا ہے کہ حضرت جامع دامت برکاتہم نے جفار کی تفسیر میں الملا ئم للنفس (یعنی مقتضارِ نفس کے مطابق) کی قید سے ایک نہایت اہم اور مفید چیز کیطرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس چیز کو ہم تقلیلِ احسان کہتے ہیں درحقیقت وہ بھی تقلیلِ احسان نہیں بلکہ صرف احسان کا عنوان اور رنگ بدلنا ہے کہ وہ تقاضائے نفسانی کے مطابق نہ رہا اگرچہ اسکی مجموعی حالت کے مطابق وہ ہی تکثیر احسان ہے کہ ؎

خواجہ خود روش بندہ پروری داند

اسی کے متعلق ارشاد ہے عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم۔
اور اسی لئے محققین کا ارشاد ہے کہ ؎

درطریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست

اور اسی کو حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ نے اپنے ایک شعر میں فرمایا ہے ؎

اُسکے آغوش میں ہیں ہزاروں رحمت ❊ اُسکے ہر لطف میں ہیں سینکڑوں الطاف وکرم

محبت و معرفت میں تفاضل | حضرت سمنونؒ محبت کو معرفت سے افضل قرار دیتے تھے اور اکثر حضرات معرفت کو محبت سے افضل قرار دیتے ہیں۔ حضرت جامع مدظلہم فرماتے تھے کہ میرا ذوق یہ ہے کہ اپنی ذات کے اعتبار سے تو محبت معرفت سے افضل ہے مگر ثمرات و نتائج کے اعتبار سے معرفت افضل ہے۔

باب الشوق

بعض علاماتِ شوق | حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ علامت شوق کی یہ ہے کہ راحتِ اُخروی کے ساتھ موت محبوب ہو۔ حضرت جامع رسالہ فرماتے ہیں کہ جب موت کیوجہ سے تو یہ لوگ اُن محجوبین اور غافلین سے ممتاز ہوجاتے ہیں جو لذت دنیویہ کے انہماک کیوجہ سے موت کو پسند نہیں کرتے۔ اور راحت کی قید سے اُن لوگوں سے امتیاز ہوجاتا ہے جو غلو میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اس کے مدعی ہوتے ہیں کہ خواہ آخرت میں راحت نصیب ہو یا نہ ہو ہمیں بہر حال موت مطلوب و مرغوب ہے۔ اور یہ غلو کی حالت اُن کے سُکر کا نتیجہ ہے۔ ورنہ مصیبتِ آخرت برداشت کرنے کی مجال کس کو ہے۔

باب: قلوبِ مشائخ کے تحفظ کے بیان میں

شیخ کے قلب کو مکدر کرنیکا وبال | میں نے استاذ ابو علی دقاقؒ سے سُنا ہے کہ ہر افتراق کی ابتداء شیخ کی مخالفت سے ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے شیخ کی مخالفت کرتا ہے وہ اُس کے طریقہ پر باقی نہیں رہتا۔

اور اُن کے درمیان باطنی علاقہ قطع ہو جاتا ہے. اگرچہ مکان میں اجتماع بھی رہے.
پس جو شخص کسی شیخ کی صحبت میں رہے پھر اپنے دل سے اُس پر اعتراض کرے
تو اُس نے عہدِ صحبت کو توڑ دیا اور اس پر توبہ واجب ہو گئی. علاوہ اس کے
صوفیاء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حقوقِ مشائخ کے خلاف کرنے کی کوئی توبہ و
معافی نہیں. حضرتؒ جامع دامت افاضاتہ فرماتے ہیں کہ وجوبِ توبہ سے
وجوبِ شرعی مراد نہیں بلکہ اُس خاص شیخ سے نفع حاصل کرنے کے لئے
توبہ شرط ہے کیونکہ نفع کی شرط اصل میں انشراح وانبساط ہے اور وہ عادۃً
عود نہیں کرتا. مگر یہ حکم اکثری ہے کلی نہیں.

شیخ کی رضا، و ناراضگی کے نتائج اکثر شیخ کی موت کے بعد ظاہر ہوتے ہیں

میں نے شیخ احمد بن یحییٰ الابیوریؒ سے سُنا ہے کہ جس سے شیخ
راضی ہوتا ہے شیخ کی حیات میں اُس کی جزا اُس کو نہیں دی جاتی تاکہ اُس
کے قلب سے شیخ کی تعظیم کم نہ ہو جاوے. جب شیخ کی وفات ہو جاتی ہے
اس وقت اللہ تعالےٰ رضاءِ شیخ کی جزاءِ حسن ظاہر فرماتے ہیں. اسی طرح
جس شخص سے شیخ کا قلب متغیر ہو گیا ہو اس کا بدلہ بھی اُس کو شیخ کی حیات
میں نہیں دیا جاتا تاکہ شیخ اس پر مہربان نہ ہو جاوے. کیونکہ عفو و کرم اِن
حضرات کی طبیعت میں داخل ہوتا ہے. پھر جب شیخ کی وفات ہو جاتی
ہے اُس وقت اُس کی ناراضی کا بدلہ دیا جاتا ہے.

حضرت جامع دامت فیوضہم فرماتے ہیں کہ یہ ایک عجیب تدقیق
ہے کہ بہت کم لوگ اس پر متنبہ ہوتے ہیں لیکن یہ بھی اکثری ہے اور

کبھی کبھی اس کے خلاف واقع ہونا بھی ممکن ہے اور حکمت اس مقولہ کی خود اُس کے اندر مذکور ہے۔

احقر مترجم کہتا ہے کہ شیخ کی ناراضی کا بدلہ اُس کی حیات میں نہ ملنا اس کی حکمت شاید یہ بھی ہو کہ اس شخص کو مہلت دی جاتی ہے کہ اس عرصہ میں راضی کرے جیسا کہ سیئات کے لکھنے والے فرشتہ کو اعمالنامہ میں گناہ لکھنے سے اُس وقت تک روکا جاتا ہے جب تک اسکے باز آجانے کا احتمال رہتا ہے اور یہ وجہ اقرب الی الرحمۃ الواسعۃ ہے جیسا کہ وجہ اول اقرب الی التشدید فی حقوق الشیخ ہے۔

بابُ السّماع

سماع کے بارہ میں تفصیل | علامہ قشیریؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت جنیدؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ سماع اس شخص کے لئے تو فتنہ ہے جو اس کو طلب کرے اور اس شخص کے لئے راحت کا سبب ہے جو اس کو (اتفاقی) پالے۔ حضرت جامع دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ طلب کرنے کی مراد یہ ہے کہ خود سماع کا قصد کرے اور (بلا اضطرار باطنی) کے تکلفاً اُس میں مشغول ہو اور **مصادفت** سے مراد یہ ہے کہ کسی وقت باطنی اضطرار اس کیطرف پیدا ہو جائے۔

اور حضرت ابوعلی روذباریؒ سے سماع کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ کاش ہم اُس سے برابر سرابر چھوٹ جائیں (یعنی نہ اس کا کچھ نفع ہو

نہ وبال)۔

اور حضرت عبداللہ بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی مرید کو دیکھو کہ وہ سماع سے رغبت رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ اس میں ابتک آوارگی کا کچھ بقیہ موجود ہے۔

اور حضرت ابو سلیمان دارانیؒ سے سماع کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ جو قلب خوش آوازی کا ارادہ کرتا ہے وہ قلب ضعیف ہے۔ سماع سے اس کی دوا کی جاتی ہے جیسے بچہ جب سونا چاہتا ہے تو پھر (خوش آوازی وغیرہ سے) اس کی نیند کے لئے تدبیر کی جاتی ہے۔ اور حضرت ابو سلیمانؒ نے یہ بھی فرمایا کہ خوش آوازی قلب میں کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتی بلکہ جو کچھ مادہ (خیر یا شر کا) قلب میں مرکوز ہوتا ہے اسکو حرکت دیدیتی ہے۔

اور میں نے استاذ ابو علی دقاقؒ سے سنا ہے کہ ایک مجلس میں ابو عمرو بن نجیدؒ اور حضرت نصر آبادیؒ اور چند اور لوگ جمع ہوئے تو نصر آبادیؒ نے فرمایا کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جب قوم جمع ہو تو ایک آدمی کچھ کہے۔ (مراد سماع مباح ہے) اور باقی سب خاموش رہیں یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی کی غیبت کریں۔ حضرت ابو عمروؒ نے فرمایا کہ اگر تم تیس برس تک غیبت کرتے رہو اس کا وبال اس سے کم ہے کہ تم سماع کی حالتیں ایسے آثار اپنے اوپر ظاہر کرو جن کیساتھ تم درحقیقت متصف نہیں۔

حضرت جامع دامت افاضاتہ فرماتے ہیں کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ غیبت ایک معصیت ظاہرہ ہے جس کو غیبت کرنے والا بھی معصیت سمجھتا

ہے اور ایسے حال کا اظہار کرنا جس کے ساتھ درحقیقت متصف نہیں، ایک معصیت باطنہ ہے جس کو کرنے والا معصیت ہی نہیں سمجھتا بلکہ بعض اوقات اس کو کمال اور قرب سمجھتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی معصیت زیادہ شدید اور خوفناک ہے۔

اور کہا گیا کہ بعض حضرات نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں (یعنی سماع میں) غلطی زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت جامع رسالہ متعنا اللہ تعالیٰ بفیوضہ فرماتے ہیں کہ یہ مذکورین حضرات اکابر وہ ہیں جو سماع کے بارہ میں کچھ توسع فرماتے تھے۔ پھر دیکھئے کہ ان حضرات نے اسمیں کسقدر تنگی فرمائی اور قیدیں بڑھائی ہیں تو اُن حضرات کا حال آپ خود سمجھ سکتے ہیں جو اوّل ہی سے اسمیں تنگی کرتے تھے۔ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ سماع کی مضرت بہ نسبت نفع کے زیادہ اور اقرب ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت وسلامت اور عزائم امور پر استقامت طلب کرتے ہیں۔

احقر مترجم کہتا ہے کہ اس جگہ مناسب معلوم ہوا کہ اپنے شیخ جامع رسالہ دامت برکاتہم کا وہ مقولہ بھی لکھدیا جاوے جو چند مرتبہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے سنا ہے کہ بڑی بات سماع کے بارے میں قابلِ ذکر یہ ہے کہ تصوّف کے سلاسل اربعہ میں سے کسی اہل طریق نے سماع کا معمولات کے طور پر کسی کو امر نہیں فرمایا حالانکہ معمولات مشائخ میں بہت سے وہ اشغال بھی ہیں جو تجربہ سے نافع ہونے کی بنا پر دوا کے درجہ میں جوگیوں سے لے لئے گئے ہیں جیسے حبس دم وغیرہ۔ جیسا کہ غزوۂ خندق میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے خندق کا استعمال اہل فارس کے معمولات سے لیا۔ الغرض اگر سماع کو بطور عادت نافع اور مقصود سمجھا جاتا تو جس طرح دوسرے نافع اشغال واوراد کی تعلیم دی جاتی ہے اسی طرح اس کی بھی تعلیم ہوتی. واللہ تعالیٰ ولی التوفیق والیہ المتاب فی کل باب

تمت

رسالہ کا حصہ اول تمام ہوا۔ اسکے بعد حصہ دوم آتا ہے انشاء اللہ تعالے

حصّہ دوم

مقالاتِ صوفیہ

از طبقات کبریٰ امام شعرانیؒ

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمِ

بعض ملفوظات حضرت علیؓ

قبولِ عمل کا اہتمام کرنے کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ عمل سے زیادہ اس کا اہتمام کرو کہ وہ عمل مقبول ہو (یعنی سنت کے مطابق کر کے اس کو قبولیت کے لائق بناؤ) کیونکہ تقویٰ و اخلاص کیساتھ کوئی ادنیٰ عمل بھی قلیل نہیں رہتا۔ اور جو عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہو اُس کو قلیل کیسے کہہ سکتے ہیں۔

ملفوظات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

راستہ میں کسی بزرگ کیساتھ چلنے کے متعلق | ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے چند آدمی ساتھ ہو لئے۔ تو ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کو کوئی کام ہے۔ عرض کیا گیا کہ نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو آپ سب لوٹ جائیے۔ کیونکہ (اسطرح ساتھ چلنا) پیچھے چلنے والے کی ذلت اور جس کے ساتھ چلتے ہیں اس کے فتنہ کا (یعنی تکبر میں مبتلا ہو جانے) کا سبب ہے۔

اجتہاد فی العمل سے زہد راجح ہے | آپ نے اپنے اصحاب کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم لوگ کثرت نوافل اور مجاہدات اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کرتے ہو۔ اور اُن کا یہ حال تھا کہ وہ دنیا سے اعراض اور آخرت کی طرف رغبت میں تم سے زیادہ تھے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ کے اعمال کا افضل ہونا تو مسلّم ہے مگر اُن کا اصل عمل کثرت نوافل و مجاہدات نہ تھا بلکہ ترک دنیا اور فکر آخرت تھا۔ معلوم ہوا کہ اجتہاد فی العمل پر زہد کو ترجیح ہے۔)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ارشادات

عمل بد سے بغض ہونا چاہئے نہ کہ اُسکے عامل سے | ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے بھائی مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس گناہ کو تو مبغوض سمجھو مگر اس مسلمان سے بغض نہ رکھو۔ جب وہ یہ گناہ چھوڑ دے وہ

تمہارا بھائی ہے۔ اسی مضمون کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ اگر تمہارے بھائی مسلمان کی کسی وقت حالت بدل جائے اور کج روی اختیار کرے تو اُس کی وجہ سے اُس کو نہ چھوڑو کیونکہ بھائی اگر ایک وقت کج روی کرتا ہے تو دوسرے وقت سیدھا بھی ہوجاتا ہے۔ اور یہی مذہب تھا حضرت عمر بن خطابؓ اور نخعی اور ایک جماعت علمائے سلف کا کہ گناہ سرزد ہونے کی وجہ سے مسلمان بھائی سے قطع تعلق نہ کرتے تھے۔ اور یہ حضرات فرماتے تھے کہ عالم کی لغزش کو کہتے نہ پھرو۔ کیونکہ عالم کی شان یہ ہے کہ اُس سے کسی وقت لغزش ہوجاتی ہے تو دوسرے وقت اُس سے باز آجاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ارشادات

دنیا کے ساتھ بدن سے ملو نہ کہ دل سے | حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اے آدمی تو صرف بدن سے دنیا کے ساتھ رہ اور دل سے اُس سے علیحدہ رہ (یعنی دل حق تعالیٰ کے ساتھ رہے اور دنیا تیرا دلی مقصود نہ بن جائے۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کے ارشادات

بقدر حاجت دنیا حاصل کرنے کا خیر ہونا | آپ نے فرمایا کہ تم میں سے وہ لوگ زیادہ بہتر نہیں ہیں جو آخرت کے لئے دنیا کو بالکل چھوڑ دیں بلکہ

زیادہ بہتر وہ ہیں جو دونوں کو (اپنے اپنے درجہ کے موافق) حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ کے ارشادات

بیماری کی فضیلت آپ نے فرمایا کہ مرض ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں ریا و شہرت کا دخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ تو ثواب محض ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عبّاس رضؓ کے ارشادات

عقل کا گم ہو جانا فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اُن کی عقلیں اُٹھا لیجائیں گی۔ یہانتک کہ (ہزاروں میں) ایک آدمی بھی عقلمند نظر نہ آئے گا۔

حضرت حسن رضؓ کے ارشادات

علم کی تحصیل اور حفاظت کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادوں اور بھتیجوں سے فرمایا کرتے تھے کہ علم حاصل کرو۔ اور اگر تم میں اس کی قدرت نہ ہو تو کم از کم اُس کو لکھ لو اور اپنے گھروں میں رکھو (تاکہ دوسروں کو نفع پہنچے اور اپنے لئے بھی سبب تذکیر ہو۔)

حضرت حُسین رضؓ کے ارشادات

اہلِ حاجت سے دل تنگ نہ ہونیکے بارہ میں فرمایا کہ لوگوں کی حاجتیں تمہارے سے متعلق ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ تم ان نعمتوں سے دل تنگ

نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ نعمتیں مصیبتوں سے بدل جائیں۔

حضرت حسن بصریؒ کے ارشادات

وساوس شیطانیہ اور خطرات نفسانیہ میں فرق | ارشاد فرمایا کہ جو وسوسہ (کسی معصیت کا) دفعتاً دل میں واقع ہو (اور بار بار اُسی معصیت کا تقاضا نہ ہو) تو وہ ابلیس کیطرف سے ہے اور اگر ایک ہی معصیت کا تقاضا قلب میں بار بار پیدا ہو تو وہ نفس کیطرف سے ہے۔ سو اُسکا علاج یہ ہے کہ صوم و صلوٰۃ اور مجاہدات سے اُس کا مقابلہ کیا جائے۔ ف وجہ یہ ہے کہ شیطان لعین کی غرض تو صرف یہ ہے کہ بندہ کسی معصیت میں مبتلا ہو جائے۔ اگر ایک معصیت کے خیال کو دفع کر دیا تو دوسری کسی معصیت کا وسوسہ ڈالنے میں بھی اُسکا مقصد حاصل ہے۔ اُسی ایک معصیت کے درپے ہونے کی اُس کو ضرورت نہیں۔ بخلاف نفس کے کہ وہ اپنی ایک خواہش پوری کرنے کے درپے ہے جبتک وہ پوری نہ ہو گی یا مجاہدات سے اس کا مقابلہ نہ کیا جائے گا اس کا تقاضا جاری رہے گا۔

کلام سے پہلے اُسکے نتائج کو سوچ لینا | ارشاد فرمایا کہ سلف صالح فرمایا کرتے تھے کہ عقلمند کی زبان اُسکے قلب کے پیچھے ہے۔ جب وہ کچھ بولنا چاہتا ہے تو پہلے قلب کیطرف رجوع کرتا ہے اگر اس میں کچھ نفع دیکھتا ہے تو بولتا ہے ورنہ رُک جاتا ہے۔ اور جاہل کا قلب اُس کی زبان کی نوک پر ہے وہ اپنے قلب کیطرف رجوع نہیں کرتا، بلکہ جو زبان پر آتا ہے کہہ ڈالتا ہے۔

حضرت سعید ابن مسیبؒ کے ارشادات

بقدر ضرورت دنیا کا جمع کرنا مصلحت ہے | ارشاد فرمایا کہ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو اسقدر دنیا کو جمع نہ کرے جس کے ذریعہ وہ اپنا دین بچا سکے اور اپنے جسم کی حفاظت کر سکے اور صلہ رحمی کر سکے۔

عورتوں کے معاملہ میں احتیاط اگرچہ کوئی شخص بوڑھا ہی ہو | ارشاد فرمایا کہ میرے لئے کوئی چیز عورتوں سے زیادہ خطرناک نہیں ہے۔ حالانکہ آپ کی عمر اس وقت چوراسی سال کی تھی۔

حضرت محمدؒ بن حنفیہ کے ارشادات

بدسلوکی کے باوجود حسن سلوک | فرمایا کہ وہ آدمی عقلمند نہیں جو اس شخص کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرے جس کی معاشرت وصحبت پر مجبور رہے۔ یہانتک کہ حق تعالیٰ اس کیلئے (اُس کی معاشرت سے) نجات کا کوئی راستہ نکال دے۔

حضرت علی زین العابدینؒ بن حسینؓ کے ارشادات

اعلیٰ درجہ کا اخلاص | احرار (یعنی جو لوگ حق تعالیٰ کے عبد کامل اور غیر اللہ سے بے نیاز ہیں اُن) کی عبادت حق تعالیٰ کی شکر گزاری کیلئے ہوتی ہے نہ کہ (جہنم کے) خوف یا (جنت کی) رغبت کے لیے۔ ف یہ نہیں کہ اُن کو جہنم کا خوف یا جنت کی رغبت نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کی عبادت اس خوف وطمع

سے نہیں ہوتی۔

حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیرؒ کے ارشادات

ندامت کا خود پسندی سے بہتر ہونا فرمایا کہ میرے نزدیک یہ پسند ہے کہ میں رات کو سوتے ہوئے گزاروں اور دن کو ندامت سے (روتے ہوئے) بہ نسبت اسکے کہ رات نمازمیں گزاروں اور دن کو (اُسپر) ناز کروں۔

ایک دقیق تواضع فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ آپ ہم سے راضی ہوجایئے اور اگر راضی نہیں ہوئے تو ہماری خطائیں معاف فرمادیجئے۔ کیونکہ لبسا اوقات آقا اپنے غلام کی خطا معاف کر دیتا ہے حالانکہ وہ اس سے ناراض ہے۔

حقوق کی رعایت اخلاص کے منافی نہیں آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ جو شخص کسی کے جنازہ میں اسلئے شریک ہوتا ہے کہ اولیائے میّت سے شرمندگی نہ ہو (یعنی زندوں کے لحاظ سے) کیا اس میں کچھ ثواب بھی ملتا ہے۔ فرمایا کہ اس مسئلہ میں امام ابن سیرینؒ کی رائے یہ ہے کہ اسکو دو اجر ملیں گے۔ ایک تو اپنے بھائی مسلمان کے جنازہ کی نماز کا اور دوسرا اولیائے میّت کی خاطر سے جنازہ کے ساتھ چلنے کا۔

امام محمدؒ بن سیرینؒ کے ارشادات

راستہ میں کسی کو اپنے ساتھ نہ چلنے دینا امام موصوف کسی کو راستہ میں اپنے ساتھ نہ چلنے دیتے تھے۔ (بلکہ) فرمادیتے تھے کہ اگر تمہیں

مجھ سے کوئی کام نہیں ہے تو لوٹ جاؤ۔

بیداری کی حالت درست ہو تو خواب مضر نہیں | جب آپ سے کسی (تشویشناک) خواب کے متعلق دریافت کیا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ بیداری میں خدا تعالیٰ سے ڈرو تو جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے، تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔

ف بعضے لوگ بُرے خواب سے مردود ہونے کے شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس میں ان کے خیال کی اصلاح ہے۔

ایک دقیق ادب | ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے آپکی غیبت کی ہے، آپ میرے لئے مباح کر دیجئے (مراد معافی ہے مگر اس نے لئے باعتبار محاورہ کے یہ لفظ استعمال کیا) فرمایا کہ کسی مسکین کی آبروریزی جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال نہیں کیا میں اُس کے حلال کرنے کو کیسے پسند کر سکتا ہوں۔ البتہ (دعا کرتا ہوں کہ) اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمادے۔

ف مطلب یہ کہ لفظ موہم کا استعمال نہ کرو)

حضرت یونس بن جبیدؒ کا ارشاد

ہر عمل کو اپنے درجہ پر رکھنے کے متعلق | فرمایا کہ اس اُمت میں نہ خالص ریار کسی سے صادر ہوتی ہے اور نہ خالص کبر۔ عرض کیا گیا کہ یہ کیسے۔ فرمایا کہ سجدہ کیساتھ کبر (خالص) جمع نہیں ہو سکتا۔ اور توحید کے ساتھ (ریار محض) جمع نہیں ہوتی ف مطلب یہ کہ سجدہ اعلیٰ درجہ کی تواضع ہے۔ اور توحید

اعلیٰ درجہ کا اخلاص. تو ان کے عامل کو کامل متکبر اور کامل ریاکار نہیں کہہ سکتے.

حضرت محمد بن واسع ؒ کا ارشاد (جب کلام میں کسی ناپسندیدہ بات کا وہم ہو تو سکوت بہتر ہوتا) امام موصوف کمبل پوش تھے۔ ایک روز حضرت قتیبہ بن سعید ؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے کمبل کیوں پہنا ہے۔ محمد بن واسع ؒ خاموش رہے۔ حضرت قتیبہ ؒ نے فرمایا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں آپ جواب کیوں نہیں دیتے۔ عرض کیا کہ میں (اس کے جواب میں) اگر یہ کہوں کہ میں زاہد ہوں تو خود ستائی اور اپنی پاک باطنی کا اظہار ہے۔ اور یہ کہوں کہ فقیر و مسکین ہوں تو اپنے پروردگار کی شکایت ہوتی ہے۔ (اسلئے خاموش ہوں) ف کیونکہ اگر یہ کہوں کہ اور کچھ میسر نہ تھا تو اظہار فقر ہے اور اگر کہوں کہ وسعت ہوتے ہوئے پہنا ہے تو اظہار زہد ہے۔ اور دونوں کا اظہار ناپسندیدہ ہے۔ اور خود پہننا موہم نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ خلو ذہن کے ساتھ پہنا ہو۔ اور خلو ذہن کا جواب دینے میں شبہ ہے کذب کا کہ یہ ممکن ہے کہ ذہن میں کسی درجہ میں داعی مذکور ہو۔

حضرت محمد بن کعب قرظی ؒ کا ارشاد (دوبارہ معصیت کیطرف نہ لوٹنے میں حق تعالیٰ پر توکل چاہیئے) ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ سے عہد کر لوں کہ اب کبھی گناہ نہ کروں گا (تو یہ کیسا ہے)

فرمایا کہ اس صورت میں تو تجھ سے زیادہ کوئی مجرم نہیں کہ تو اللہ تعالیٰ پر یہ قسم کھاتا ہے (کیونکہ عہد و میثاق قسم ہی ہے) کہ وہ تیرے بارہ میں اپنا حکم ازلی جاری نہ فرمائیں۔ ف حاصل یہ ہے کہ ایسا عہد کرنا ایک قسم کے دعوے کو

مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کیخلاف نہ کریں گے. کیونکہ اس کا احتمال ہوتے ہوئے عہد کے موافق کیسے وقوع ہوگا. حالانکہ حق تعالیٰ کی مشیت کا کسی کو علم نہیں. تو اسحالت میں اپنے نفس پر اعتماد کسطرح ہو سکتا ہے. بلکہ ادب یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے دُعا کرے کہ میری حفاظت فرمائیں اور معصیت کیطرف عود ہونے دیں.

اصحاب واحباب کم رکھنے کے بارہ میں | آپ فرمایا کرتے تھے کہ اصحاب کی کثرت سے بچو کیونکہ جب زیادہ ہونگے تو تم اُن کے حقوق واجبہ ادا کرنیسے عاجز ہو جاؤ گے. اور بخدا میں تو ایک شخص کا حق واجب بھی ادا کرنیسے عاجز ہوں.

ف اصحاب کا لفظ عام ہے. شاگرد مرید کو بھی کہا جاتا ہے اور دوست احباب کو بھی. اور حکم بھی دونوں کا یکساں ہے. اور اسمیں افادہ سے ممانعت نہیں بلکہ خصوصیت کا تعلق رکھنے سے ممانعت ہے.

حضرت عبیدہ بن عمیرؒ کا ارشاد

تقلیلِ دنیا کی حدِ مسنون | آپ فرماتے تھے کہ دنیا سے علاقہ کم رکھنیوالے کی حد یہ ہے کہ اس درجہ کو پہنچ جائے کہ گناہ میں مبتلا نہ ہو.

حضرت عطاء بن رباحؒ کے بعض حالات

کسی کی بات سُننے کا ادب | آپ کی عادت تھی کہ اگر کوئی شخص آپ کو کوئی ایسی روایت وحکایت سناتا جو آپ کو پہلے سے معلوم تھی تو اسطرح توجہ سے سنتے تھے کہ گویا ان کو بالکل معلوم نہیں. تاکہ کہنے والا شرمندہ نہ ہو جائے.

حضرت عبداللہ بن وہب بن منبہؒ کے ارشادات | شرافت اور رذالت کے بعض آثار) آپ فرماتے تھے کہ شریف آدمی جب علم پڑھتا ہے تو متواضع (منکسر مزاج) ہوجاتا ہے۔ اور رذیل آدمی جب علم پڑھ لیتا ہے تو متکبر ہوجاتا ہے۔
فقر کے بعض آثار | فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص فقیر و مفلس ہوجاتا ہے تو (عادت اکثریہ ہے کہ) اس کا دین بھی ضعیف ہوجاتا ہے اور عمل سست ہو جاتا ہے اور وقار جاتا رہتا ہے اور لوگ اُس کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ ف یعنی فقر و افلاس پر بعض اوقات ضعف تحمل کے سبب یہ ناگوار حالات مرتب ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک حدیث میں تو یہ ارشاد ہے کہ فقر بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و افلاس سے پناہ مانگی ہے۔ اور جن روایاتِ حدیث میں فقر کے فضائل مذکور ہیں وہ اُس صورت میں ہیں جبکہ فقر پر صبر و تحمل ہو سکے اور اس کیلئے اس قسم کے ناگوار حالات پیش نہ آویں۔ اور بعض روایاتِ حدیث میں جو مسکین ہو کر رہنے کی دُعا، فرمائی گئی ہے۔ مُراد اُس سے مسکینوں کیطرح زندگی گذارنا ہے، لوگوں کا دست نگر و محتاج بننا مُراد نہیں۔ (احقر مترجم)

حضرت ابراہیم تیمیؒ کے بعض حالات

بغیر غذا کے زمانہ دراز تک قائم رہنا | امام اعمش فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم تیمیؒ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ایک ایک مہینہ تک کچھ نہیں کھاتے۔ فرمایا کہ ہاں بلکہ دو مہینے تک بھی۔ چنانچہ اس وقت بھی چالیس روز

سے کچھ نہیں کھایا۔ صرف ایک دانہ انگور کا مجھے میرے اہل نے دیا تھا جس کو منہ میں رکھ لیا تھا پھر فوراً پھینک دیا۔ ف کثرت ذکر و فکر میں یہ طبعی خاصیت ہے اور اگر احیاناً طبعی حد سے گزر جاوے تو وہ کرامت میں داخل ہے اور اسکے اظہار پر شبہ نہ کیا جاوے۔ کسی مصلحت دینیہ سے ظاہر کر دینا یا بلا مصلحت بھی اپنے مخصوصین سے ظاہر کر دینا کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ اُسمیں کوئی فتنہ نہیں۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

مرض کے ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں فرمایا کہ جب کسی مریض سے پوچھا جائے کہ کیسا مزاج ہے تو اوّل یہ کہے کہ خیریت ہے اور پھر جو کچھ تکلیف ہو وہ بیان کر دے۔ ف وجہ یہ ہے کہ انسان کیسی ہی تکلیف اور مرض میں مبتلا ہو اس وقت بھی حق تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں اور راحتیں اُس کو حاصل ہوتی ہیں۔ تو یہ بے انصافی اور ناشکری ہے کہ تکلیف و مرض کو تو ذکر کرے اور نعمت و راحت کو ذکر نہ کرے۔ اسی طرح یہ بھی عبدیت کے خلاف ہے کہ مرض اور تکلیف کا اظہار بالکل نہ کرے۔ اسمیں ایک قسم کا دعویٰ ہے قوت کا۔ حضرات سلف کو حق تعالیٰ نے جامعیت عطا فرمائی تھی کہ ہر وقت ہر حالت میں حدود اور حقوق کی رعایت فرماتے تھے۔ اسی لئے مرض و تکلیف میں بھی موجودہ نعمتوں اور راحتوں کا شکر اوّل ادا کرنے کی اور پھر مرض و تکلیف کا ذکر ظاہر کرنے کی تعلیم دی۔

آفاتِ علم سے بچنے کے بیان میں | فرماتے تھے کہ (علم کی آفات پر نظر ہوتی ہے تو یہ تمنا ہوتی ہے کہ) کاش میں نے کبھی علمی مباحث میں گفتگو نہ کی ہوتی۔ اور وہ زمانہ جس میں مجھ جیسا آدمی فقیہ قرار دیا گیا۔ برا زمانہ ہے۔

ایک خاص شانِ تقویٰ | آپ جب کوئی سواری کا جانور کرایہ پر لیتے تھے تو اگر اتفاقاً آپ کا کوڑا کہیں گر گیا اور اُسکے اٹھانے کیلئے چند قدم پیچھے لوٹنا پڑا تو جانور پر سوار ہو کر نہ لوٹتے بلکہ سواری سے اُتر کر اُس کو وہیں ٹھہرا کر پیادہ جاتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ جانور کے مالک سے آگے جانیکا کرایہ ٹھیرایا ہے پیچھے لوٹنے کا کرایہ نہیں ٹھیرایا۔ اسلئے سوار ہو کر پیچھے لوٹنا حق کیخلاف ہے۔

حضرت عون بن عون بن عبداللہ بن غلبہ رح کے ارشادات

اہلِ مجلس کی مصلحت کی رعایت | آپ کی عادت تھی کہ کبھی اعلیٰ قسم کا لباس پہنتے تھے اور کبھی معمولی اُون کا۔ آپ سے اسکی مصلحت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ میں کبھی کبھی اعلیٰ قسم کا لباس اسلئے پہنتا ہوں کہ شان و شوکت والے آدمی میرے پاس آنے اور علمی استفادہ کرنیسے محجوب و شرمندہ نہ ہوں اور کبھی معمولی لباس پہنتا ہوں تاکہ مساکین مرعوب نہ ہوں اور میرے پاس بیٹھنے سے اُن کو ہیبت نہ ہو۔

حضرت سعید بن جبیر رح کے ارشادات

بعض عوارض کے سبب نہی عن المنکر سے رُک جانا | فرماتے تھے کہ (بعض اوقات) میں کسی شخص کو کسی معصیت کی حالت میں دیکھتا ہوں مگر اُسکو منع کرتا ہوا

شرماتا ہوں کہ میں اپنے نفس کو حقیر سمجھتا ہوں دکہ میں اس لائق کہاں ہوں کہ خود ہزاروں عیوب میں مبتلا ہو کر اپنے سے اچھے آدمی پر حکم چلاؤں) ف کسی ایسی حالت کا غلبہ عذر ہو سکتا ہے لیکن امر اصلی یہی ہے کہ استحضار تواضع کے ساتھ نصیحت ترک نہ کرے۔

اصل حقیقت ذکر کی کیا ہے | فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرتا ہو وہ ذاکر ہے اور جو نافرمانی کرے وہ ذاکر نہیں اگرچہ تسبیحات اور تلاوت قرآن کی کثرت کرتا ہو۔ ف یہ مراد نہیں کہ اس حالت میں یہ بیکار ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اعظم مطلوب طاعت ہے اُسکے ہوتے ہوئے اوراد کی تقلیل مضر نہیں اور اُسکے نہ ہوتے ہوئے اوراد کی تکثیر زیادہ نافع نہیں۔

آفات علم سے بچنے کے متعلق | (جب علمار کی ذمہ داریوں کا خیال آتا اور خشیت کا غلبہ ہوتا تھا تو) فرماتے تھے کہ کاش میں علم نہ سیکھتا اور کاش میں دنیا سے برابر سرابر نکل جاؤں کہ مجھے اس علمی خدمت کا نہ کوئی ثواب ملے اور نہ عذاب ہو۔ ف اس سے وہ علم مستثنیٰ ہے جو ان پر عمل کیلئے ضروری ہے تبلیغی علم مراد ہے۔

حضرت ماہان بن قیس کے ارشادات

ظاہر پر باطن کی ترجیح | آپ سے حضرات صوفیہ کے اعمال کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا اور کسقدر تھے۔ فرمایا کہ اُنکے اعمال قلیل تھے (مگر) قلوب (رذائل سے) پاک تھے۔ (اس لئے وہ قلیل بھی ہمارے کثیر سے افضل واعلیٰ تھے۔)

حضرت طلحہ بن مصرفؒ کے بعض حالات

لوگوں کے عظیم سمجھنے کا علاج آپ کی عادت تھی کہ جب لوگ آپ کو آپ کے ہمعصروں میں کسی سے بڑا اور افضل کہتے تو آپ اُس کی مجلس میں حاضر ہو کر اُس سے کوئی کتاب پڑھ لیتے تھے اور شاگردانہ اُس کی مجلس میں بیٹھتے تھے تاکہ لوگوں کا خیال زائل ہو جائے کہ آپ اُس سے اعلم و افضل ہیں۔

حضرت اویس خولانیؒ کے بعض حالات

اپنے نفس کو تکلیف پہنچا کر سزا دینا اگر کبھی آپ کو اعمال میں سُستی ہو جاتی تھی تو اپنی پنڈلیوں پر کوڑے مارتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عمر اوزاعیؒ کے بعض حالات

حیوانات پر رحم و شفقت آپ صحرائی شکار کو اس زمانہ میں پسند نہ کرتے تھے جس میں جانور بچے نکالتے تھے۔ (کیونکہ اگر ماں شکار کرلی گئی تو بچے برباد ہوں گے اور بچے شکار کر لئے گئے تو ماں پر مصیبت ہوگی۔)

حضرت حسّان بن عطیہؒ کے بعض حالات

کسی خاص وقت میں خلوت کی عادت ڈالنا آپ کی عادت تھی کہ جب عصر کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر غروب تک ذکر اللہ میں

مشغول رہتے تھے۔

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ کے ارشادات

غیر اختیاری حالات میں تمنا کا قطع کرنا | فرماتے تھے کہ بندہ کا سب سے بہتر حال یہ ہے کہ قضاء الٰہی کی موافقت کرے۔ اگر حق تعالیٰ اُس کو اپنی اطاعت کے لئے باقی رکھیں تو اُس پر راضی ہو اور اگر وفات دے دیں تو خوشی سے اُس پر راضی ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ کوئی ہجر بُرا نہ وصال اچھا ہے
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

فراق ووصال چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر اُو تمنائے

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

چونکہ بر میخت بہ بند و بستہ باش
چوں کشاید چابک و برجستہ باش

حضرت سفیان ثوریؒ کے ارشادات

طالب علم کیلئے ظاہری غنا کی حکمت | آپ فرماتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ طالب علم کے پاس بقدرِ کفایت مال موجود ہو کیونکہ اگر وہ دوسروں

کا محتاج اور ذلیل ہوتا ہے تو طرح طرح کی آفتیں اور لوگوں کے طعن و تشنیع بہت تیزی سے اُس کی طرف چلے جاتے ہیں۔

ضرورت کیلئے مرض کا اظہار صبر کے منافی نہیں آپ فرماتے تھے کہ اگر (ضرورت سے) اپنے کسی عزیز سے اپنی تکلیف بیان کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہیں (جو مذموم ہو)

معاش کی سہولت و فراخی حاصل کرنا آپ کا ارشاد ہے کہ جب تم کو یہ خبر ملے کہ فلاں بستی میں اشیاء کی ارزانی اور معاش کی سہولت ہے (اگر ضرورت سمجھو) تو وہاں پہنچ جاؤ۔ کیونکہ وہاں کی سکونت تمہارے قلب اور دین کیلئے زیادہ اسلم و بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا نیز کہ لوگوں کیطرف محتاج ہونے سے مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں دس ہزار دینار کا ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑ جاؤں اور قیامت میں مجھ سے اُن کا حساب و کتاب بھی ہو۔ کیونکہ پہلے زمانہ میں تو مال ناپسندیدہ چیز سمجھی جاتی تھی۔ مگر آجکل تو وہ مسلمان کیلئے ڈھال ہے جو اُسکو سلاطین و اُمراء کے سامنے دستِ سوال دراز کرنیسے بچاتا ہے۔

احسان جتانے والے کا ہدیہ واپس کرنا آپ کو کوئی ہدیہ دیا جاتا تو آپ واپس فرما دیتے تھے (یعنی اس شخص کا ہدیہ جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ یہ ہدیہ دیکر فخر کریگا اور احسان جتائے گا) اور (اس قید کی دلیل حضرت سفیانؒ کا یہ ارشاد ہے کہ) فرماتے تھے، اگر میں جانتا کہ یہ لوگ اپنے ہدایا پر فخر اور احسان نہ جتائیں گے تو میں ان کے عطیات قبول کر لیتا۔

مداہنت کی ایک علامت فرماتے تھے کہ دوستوں کی کثرت دین کے

ضعف (یعنی امر بالمعروف میں مداہنت) کی علامت ہے۔ ف کیونکہ جو شخص دین کے معاملہ میں روک ٹوک کرتا رہتا ہے لوگ اُس سے ناراض ہو جاتے ہیں اُس کے دوست زیادہ نہیں ہو سکتے۔

بعض اوقات میں لوگوں سے قطع نظر کر کے صرف اپنی فکر میں لگنا بہتر ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس میں صرف اپنے دین کی حفاظت کی فکر چاہیئے دوسروں کی اصلاح کی فکر میں پڑنا فضول ہے اُن) کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے (احقر مترجم کہتا ہے کہ مراد اس سے وہ وقت ہے جبکہ تجربے سے یہ ثابت ہو جائے کہ وعظ و نصیحت بالکل مفید نہیں ہوتی۔

بعض اعمال پر حقِ عیال مقدم ہے

آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص اپنے عیال کے لئے کسب کرتا ہے اور اگر وہ جماعت نماز کا اہتمام کرے تو معاش کی ضرورت فوت ہو جاتی ہے اس کو کیا کرنا چاہیئے۔ فرمایا کہ بقدر ضرورت معاش حاصل کرے اگر جماعت فوت ہو جاوے تو تنہا نماز ادا کرے۔

ف مراد واقعی مجبوری ہے نہ کہ نفس کی تراشی ہوئی۔

اہلِ بدعت اور گمراہ لوگوں کے خیالات بلا ضرورت نقل کرنا مضر ہے

آپ فرماتے تھے کہ اگر کسی سے بدعت و گمراہی کی بات سنو تو اپنے اصحاب سے اُس کو نقل نہ کرو اور اُس کو اُن کے دلوں میں نہ ڈالو (کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کے قلوب میں اس سے کوئی شبہ پیدا نہ ہو جاوے۔

امام شافعیؒ کے ارشادات۔ اپنی طرف علم کی نسبت کرنے کی آفت سے اجتناب

ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مخلوق مجھ سے علم دین حاصل کرے مگر ایک

حرف کی نسبت میری طرف نہ کرے (کیونکہ نسبت کی وجہ سے انسان طرح طرح کی ظاہری و باطنی آفتوں کا مرکز بن جاتا ہے۔)

عالم کے لئے اوراد کی ضرورت | فرمایا کہ عالم کیلئے کوئی ایسا ورد (وظیفہ) بھی ہونا چاہیے جو خالص اُس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان ہو۔ (مخلوق کا اس سے تعلق نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ افادۂ علم اگرچہ عبادت ہے مگر بواسطہ مخلوق تو عالم کو چاہیئے کہ کوئی نفلی عبادت بلاواسطہ بھی اختیار کرے۔ کیونکہ ہر قسم کی عبادت کے خواص و انوار جُدا ہیں اُس کو کسی قسم سے محروم نہ ہونا چاہیئے۔

لوگوں کیساتھ خلط ملط اور انقطاع دونوں میں اعتدال | ارشاد فرمایا کہ لوگوں کیساتھ بے تکلفی (اور ہنسی دل لگی) کا سبب ہے کہ بُرے دوست جمع ہو جاویں۔ اور اُن سے بالکلیہ انقباض و انقطاع اُنکی عداوت کا سبب ہے اسلیئے انسان کو چاہیئے کہ بہت بے تکلفی اور بالکل انقطاع کے درمیان کی درمیانی حالت اختیار کرے۔

بے حسی اور سخت دلی کی مذمت | فرمایا کہ جس شخص کو غصہ دلایا جاوے (یعنی اس کیساتھ ایسا معاملہ کیا جاوے جو عادتاً ناراضی کا سبب ہوتا ہے) پھر وہ غصہ نہ ہو تو وہ گدھا ہے (کیونکہ یہ علامت بے غیرتی اور بے حسی کی ہے۔) اور جس شخص کو راضی کیا جاوے (یعنی عذر معذرت کر کے راضی کرنے کی کوشش کیجاوے) اور وہ راضی نہ ہو تو وہ شیطان ہے

حضرت امام مالکؒ کے ارشادات

علم کی حقیقت | ارشاد فرمایا کہ علم کثرتِ روایت کا نام نہیں بلکہ (حقیقی) علم

ایک نور ہے جو حق تعالیٰ انسان کے قلب میں ڈال دیتا ہے۔

علم کو ذلت سے بچانا | فرماتے تھے کہ عالم کیلئے مناسب نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کے سامنے علم و نصیحت کی بات کہے جو اس کو نہ مانیں کیونکہ یہ اس کی ذلت اور علم کی اہانت ہے۔ (حضرت مصنف مدظلہم فرماتے ہیں کہ ضروریات کی تبلیغ اس سے مستثنیٰ ہے کہ وہ بہرحال ضروری ہے کوئی سُنے یا نہ سُنے اور مانے یا نہ مانے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ تبلیغ کفار کے معاملہ میں مشہور ہے)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ارشادات

بزرگوں کے ادب میں دقّتِ نظری | امام صاحبؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ میں سے کون افضل ہیں۔ فرمایا کہ بخدا ہم تو ان لوگوں کا نام لینے کے بھی قابل نہیں اُن میں تفاضل تو ہم کیا کرسکتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کے بعض حالات و مقالات

راستہ میں کسی کیساتھ چلنے کا بارِ خاطر ہونا طبعاً یا از روئے تواضع | آپ کی عادت تھی کہ جب کہیں جاتے تو کسی کو اپنے ساتھ نہیں چلنے دیتے تھے (خواہ اس وجہ سے کہ بوجہ لطافتِ طبع کے بلاضرورت کسی کا ساتھ چلنا بارِ خاطر تھا یا تواضع کی وجہ سے یہ ناپسند تھا۔)

بقدر ضرورت طلبِ دنیا کی اجازت | فرماتے تھے کہ بقدر ضرورت دنیا کو طلب کرنا حُبِّ دنیا میں داخل نہیں۔

حضرت مسعر بن کدامؒ کے بعض حالات ومقالات

ایذا کی چیزوں سے متاثر ہونا بزرگی وولایت کے خلاف نہیں

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا آپ اس کو پسند کرتے ہیں کہ لوگ آپ کو آپ کے عیوب پر متنبہ کر دیا کریں۔ فرمایا کہ ہاں اگر خیر خواہی سے مطلع کرے تو مجھے پسند ہے! اور اگر میری تحقیر وتنقیص کی غرض سے کرے تو پسند نہیں۔

مرض کا اظہار ضرورت کیلئے جائز ہے فرماتے تھے کہ عارف اگر طبیب سے اپنا مرض بیان کرے تو یہ اپنے مالک کا شکوہ نہیں بلکہ اس کا اظہار ہے کہ حق تعالیٰ مجھ پر ہر طرح قادر ومتصرف ہے (اور میں اُسکے سامنے عاجز ومجبور۔

دنیا کیلئے درس حدیث اور فتویٰ کا عذاب شدید جب کوئی آپ کو ایذا پہنچاتا تھا تو اُس کو یہ بددعا دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو محدث یا مفتی بنا دے۔ (مُراد وہ ہے جس کیطرف عنوان میں اشارہ کر دیا گیا ہے یعنی ایسا محدث ومفتی جو محض دنیا کیلئے یہ کام کرے۔ ورنہ محدث ومفتی کے فضائل روایات میں بکثرت موجود

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے بعض حالاۃ ومقالاۃ

لوگوں کی خدمت مجاہدہ سے زیادہ بہتر ہے آپ کے سامنے حضرت یوسف بن اسباطؒ کی کثرت عبادت کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے ایسے لوگوں کا نام لیا کہ اُن کے نام کی برکت سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اگر سارے مسلمان اُنہی کا طرزِ عمل اختیار کر لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (دوسری)

سنتوں، مریضوں کی عیادت، جنازہ کی نماز اور اسی قسم کی دوسری طاعات کو کون ادا کرے گا۔ (مطلب یہ ہے کہ ان سنتوں پر عمل کرنا مجاہدہ فی العبادت سے افضل ہے۔ مراد تضرع للمجاہدہ ہے ورنہ معتدل مجاہدہ ضروری اور طاعات مذکورہ کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔

حضرت یوسف بن اسباط[1] کے بعض ارشادات

مصائب سے بچنے کی کوشش میں میانہ روی چاہیئے غلو مناسب نہیں

آپ فرماتے تھے کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جو شخص کسی نازل شدہ مصیبت سے بھاگتا ہے وہ اُس سے زیادہ سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اس لئے تمہیں چاہیئے کہ صبر اختیار کرو یہاں تک کہ حق تعالیٰ اپنے فضل سے یہ مصیبۃ تم سے دُور فرما دے۔ (حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ مصیبۃ سے مُراد وہ مصیبت ہے جس کا دفیعہ دشوار ہو اس کے قبضہ میں نہ ہو۔ ورنہ مصیبت سے بچنے کی کوشش بقدر وسعت مسنون ہے۔

حضرت سفیان[2] بن عینیہ کے ارشادات

طلب دنیا بغیر انہماک کے جائز ہے | فرماتے تھے کہ بقدر ضرورت دنیا کو طلب کرنا حب دنیا میں داخل نہیں۔ ایسا ہی قول قریب احمد بن حنبل کا گذر چکا۔

---

[1] متوفی ۱۹۳ھ ۱۲ [2] متوفی ۱۵۵ھ

حضرت حذیفہ مرعشیؒ کے ارشادات

شدت احتیاط آپ فرماتے تھے کہ اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ میں فلاں صاحب کے پاس جاؤں گا تو کچھ نہ کچھ ان کے لئے تصنع کرنا پڑے گا تو میں ضرور ان کی مجلس میں حاضر ہوتا۔ لیکن چونکہ تصنع و ریار کا خطرہ ہے اس لئے حاضر نہیں ہوتا۔ آپ لوگ میرا سلام اُن کو پہنچا دیں۔

سلامت خلوت میں ہے فرماتے تھے کہ کوئی نیک کام میں اس سے افضل نہیں سمجھتا کہ آدمی اپنے گھر میں رہے (کسی سے اختلاط نہ کرے۔) اور اگر میرے سامنے کوئی ایسی تدبیر ہوتی جو مجھے ادائے فرض کے لئے باہر نکلنے سے سبکدوش کر دیتی تو میں ضرور اس کو کر لیتا۔

حضرت عبدالرحمٰنؒ بن مہدیؒ کے ارشادات

آدابِ مجلس اُن کے شاگرد و مرید جب اُن کے سامنے بیٹھتے تھے تو اسقدر سکون و تواضع سے بیٹھتے تھے کہ گویا اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں (یعنی جیسے کسی کے سر پر کوئی چڑیا بیٹھ جاوے اور وہ چاہے کہ یہ اُڑے نہیں تو نہایت سکون سے بیٹھے۔ اسیطرح یہ لوگ سکون سے بیٹھتے تھے۔

ترکِ ادب پر مجلس سے اُٹھا دینے کی سزا ایک شخص (مریدین میں سے) آپ کی مجلس میں ہنس پڑا۔ تو فرمایا کہ بعض لوگ طلبِ علم کے مدعی ہیں اور مجلس میں ہنستے ہیں۔ یہ شخص دو مہینے تک میری مجلس میں نہ آوے اسکو دو مہینے تک

لہ متوفی ۱۹۸ھ ۱۲

حضرت محمدؐ بن اسلم طوسیؒ کے ارشادات

سواد اعظم کی تفسیر آپ فرماتے تھے کہ سواد اعظم (بڑی جماعت) کا اتباع کرنا چاہیئے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ سواد اعظم کون سی جماعت ہے۔ فرمایا کہ وہ ایک مرد عالم یا دو (تین) ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپکے اسوۂ حسنہ کے پیرو ہیں، مطلقاً مسلمانوں کی ہر جماعت مراد نہیں۔ تو جو شخص ان جیسے ایک دو آدمیوں کے تابع ہوں وہ ہی آدمی (بڑی) جماعت (اور سواد اعظم) ہیں اور جو شخص ان کا مخالف ہو وہ (سواد اعظم) جماعت کا مخالف ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے ارشادات

ہدیہ قبول کرنیکے آداب حضرت ابراہیم بن ادھمؒ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ (ترجمہ) ایک لقمہ میں جو بے صاف کیئے ہوئے نمک کیساتھ کھاؤں بلاشبہ اس (عمدہ) پھل سے میرے نزدیک زیادہ لذیذ ہے جسکے اندر تتیئے بھرے ہوئے ہوں۔

(حضرت مصنف فرماتے ہیں) کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ایسا ہدیہ جس کے اندر کوئی روگ اور مخفی نقصان ہو جیسے وہ ہدیہ جو کسی کو اُسکے دین اور صلاح و تقویٰ کی وجہ سے اسطرح دیا جاوے کہ اگر یہ اوصاف اسمیں نہ ہوتے تو یہ ہدیہ نہ دینا۔ تو اس ہدیہ کا ادب یہ ہے کہ دینے والے کو واپس کر دیا جاوے اور اور صرف اُس شخص کا ہدیہ قبول کیا جاوے جس کے متعلق یہ اطمینان ہو کہ وہ ہر حال میں محبت کرتا ہے۔ یہی ایسا پھل ہے جس کے اندر زنبور نہیں۔

ؒ متوفی ۲۴۲ھ ۱۲

حضرت ذوالنون مصریؒ کے ارشادات

عورتوں کے سلام پہنچانے پر انکار آپ سے ایک شخص نے کہا کہ میری بیوی آپ کو سلام کہتی ہے۔ فرمایا کہ عورتوں کے سلام ہمیں نہ پہنچایا کرو۔

ف۔ گو بعض مواقع پر جائز بھی ہو مگر پوری احتیاط یہی ہے۔

تواضع کے حدود آپ فرماتے تھے کہ تمام خلق اللہ کے سامنے تواضع (عاجزی) سے پیش آؤ مگر جو شخص خود تم سے تواضع کرانا چاہے اس کے سامنے ہرگز تواضع نہ کرو۔ کیونکہ اُس کا ایسا چاہنا اُسکے تکبر کی علامت ہے (اب اگر تم اُسکے سامنے تواضع و عاجزی کرو گے تو) تمہاری تواضع اس کے تکبر کی اعانت ہوگی۔

حضرت معروف کرخیؒ کے بعض ارشادات

علم پر عمل کرنیکی خاصیت آپ فرماتے تھے کہ جب کوئی عالم اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو عامۂ مومنین کے قلوب اس کیلئے ہموار ہو جاتے ہیں (یعنی محبت کرنے لگتے ہیں) اور جس شخص کے دل میں کوئی مرض اور کھوٹ ہوتا ہے وہ اُسے ناپسند کرنے لگتا ہے۔ ف گویا عالم باعمل قلوب کو پرکھنے کے لئے ایک کسوٹی ہے۔ اُس کی محبت سلامت ایمان و مقبولیت کی علامت ہے اور اُس کا بغض مطرود و نامقبول ہونے کی علامت۔ اللّٰھم ارزقنا حبك وحب من ینفعنا حبه عندك

حضرت ابو نصر بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ملفوظات

بعض مُردوں کا فی الحقیقت زندہ ہونا اور بعض زندوں کا مُردہ ہونا

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے لئے وہ لوگ کافی ہیں جو بظاہر مر چکے ہیں مگر اُن کے قلوب ذکر سے زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کے ہوتے ہوئے ایسے زندوں کی ضرورت نہیں جنکا ذکر بعد میں آتا ہے۔ کافی ہونیکے یہ معنی ہیں۔ اور بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ اُنکے دیکھنے سے بھی زندہ قلوب میں قساوت پیدا ہو جاتی ہے (جو قلب کیلئے بمنزلہ موت ہے)

معانی کو الفاظ پر ترجیح آپ فرماتے تھے کہ جب تم کسی کو خط لکھو تو حسن عبارت کے تکلف کیساتھ اُس کو مزین نہ بناؤ۔ اسلئے کہ ایکمرتبہ میں نے ایک خط لکھا۔ پھر ایک ایسا کلام میرے ذہن میں آیا کہ اگر اُس کو لکھتا ہوں تو عبارۃ بہت چُست اور عمدہ ہو جاتی ہے مگر اس کلام میں کذب تھا اور اگر اس کو چھوڑ دیتا ہوں تو عبارت معمولی ہو جاتی ہے مگر اس صورت میں کلام صادق رہتا ہے۔ میں نے تامّل کرنیکے بعد اسی (دوسری) صورت کو اختیار کیا جس سے عبارت معمولی مگر صادق رہے۔ تو مکان کے ایک گوشہ سے ہاتف (غیبی آواز دینے والے) نے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا و آخرت میں قول ثابت (صحیح) پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

غیر ضروری تعلقات سے پرہیز کرنا فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عزیز اور آخرت میں مامون رہے۔ اس کو چاہیئے کہ محدث اور شاہد

اور امام نہ بنے اور کسی کا کھانا نہ کھائے۔ حضرت مصنف مدظلہم فرماتے ہیں کہ محمل اس کلام تمام کا وہ ہے جس کیطرف عنوان میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔
ف۔ یعنی جب کہ روایت حدیث کرنیوالے دوسرے لوگ موجود ہوں اور کوئی خاص حاجت اس کو داعی نہ ہو تو منصب تحدیث اختیار نہ کرے۔ اسی طرح جب احیاء حق کیلئے دوسرے لوگ گواہی دینے والے موجود ہوں تو خود گواہی سے بچے۔ ایسے ہی جب امامت کے قابل دوسرے آدمی موجود ہوں تو امام نہ بنے۔ اور جب تک کوئی شرعی ضرورت خواہ اپنی حاجت یا کھانا کھلانے والے کی ضروری دلداری وغیرہ داعی نہ ہو اُسوقت تک کسی کا کھانا نہ کھائے۔

حضرت ممدوح کی اس تقریر سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ محدث اور امام اور شاہد بننا اور اسی طرح دوسروں کا کھانا کھانا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین اور ائمہ دین سے ثابت ہے پھر اُس سے کیسے منع کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان حضرات نے بقدر ضرورت اس کو اختیار فرمایا ہے۔

صحبت کے بعض آثار کا بیان آپ فرماتے تھے کہ بُرے لوگوں کی صحبت نیک لوگوں کیساتھ بدگمانی پیدا کر دیتی ہے اور نیک لوگوں کی صحبت بدوں کیساتھ بھی حسن ظن پیدا کر دیتی ہے۔ اور کوئی بندہ نہیں کہ حق تعالےٰ کسی بندہ سے ہرگز یہ سوال نہ کرینگے کہ تو نے میرے بندوں کیساتھ نیک گمان کیوں (کیوں) رکھا (مطلب یہ کہ صحبت اخیار سے جو اشرار کیساتھ نیک گمانی پیدا ہو جاوے گو خلاف واقع ہو مگر اس پر مواخذہ نہ ہوگا اس لئے اس میں خطرہ نہیں۔)

گمنامی کی فضیلت | فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں فقیر کے لئے بڑی غنیمت ہے کہ لوگ اس سے ناواقف ہوں اور ان پر اس کا مرتبہ (بزرگی ومقبولیت) مخفی رہے کیونکہ اکثر لوگوں کی ملاقات (موجب) خسارہ ہے۔ ف وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں پر دین کا رنگ غالب نہیں ایسے لوگ تو کسی غیبت و گناہ میں مبتلا کریں گے ورنہ کم از کم لایعنی اور بیکار باتوں میں ضرور ہی وقت ضائع کریں گے۔

حضرت حارث[1] ابن اسید محاسبیؒ کے ارشادات

طبعی خطرات توکل کے منافی نہیں | آپ سے پوچھا گیا کہ کیا متوکل آدمی کو طبعی طور پر طمع پیش آسکتی ہے۔ فرمایا یہ محض (غیر اختیاری) خطرات ہیں جو اس کیلئے ذرا مضر نہیں۔

حضرت شقیق بن ابراہیم بلخی[2] کے ارشادات

بلا عذر شرعی کے ہدیہ واپس کرنیکی مذمت | فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم بن ادھم سے ملا تو فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت خضر علیہ السلام کیساتھ جمع ہوا تو انہوں نے میرے سامنے ایک سبز پیالہ جسمیں سکباج (ایک قسم کا شوربہ ہے جسمیں سرکہ کی ترشی شامل کیجاتی ہے) کی خوشبو تھی، پیش کیا اور فرمایا کہ ابراہیم کھاؤ۔ میں نے انکار کر دیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے فرشتوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو کوئی چیز (بوجہ حلال) دی جاوے اور وہ بلا عذر شرعی) قبول نہ کرے تو وہ ایسی حالت میں مبتلا کیا جاتا ہے کہ (

---

[1] متوفی ۲۴۳ھ ۱۲ [2] حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے اصحاب میں سے ہیں

وہ سوال بھی کرے تو نہیں دیا جاتا

حضرت یحییٰ[۱] بن معاذؒ کے ارشادات

مضر صحبت کے بیان میں | اپنے متعلقین سے فرمایا کرتے تھے کہ تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔ غافل علماء، اور مداہنت کرنیوالے (حق پوشی کرنیوالے) مبلغین اور کاہل وسست درویش جو فرائض دین کا علم حاصل کرنے سے پہلے مجاہدات اور نفلی عبادات میں لگ گئے (انہوں نے ضروری علم دین حاصل کرنے سے کاہلی کی۔

مخلص دوستوں کا کم ہونا | فرماتے تھے کہ ولی نہ ظاہر داری کرتا ہے نہ نفاق اور جس شخص کی یہ عادت ہوگی اُس کے دوست بہت کم ہوں گے۔

عابد زاہد کیلئے عیال سے غفلت کی مذمت | آپ فرماتے تھے کہ عیال (یعنی جن لوگوں کا نفقہ و تربیت اس شخص کے ذمہ ہے اُن) کو (غفلت سے) ضائع کر کے (نفلی) عبادت میں مشغول ہونا جہل ہے۔

حضرت ابو تراب[۲] نخشبیؒ کے ارشادات

ہر زمانہ میں اُسکے مناسب حکمتوں کا علماء کے قلب میں واقع ہونا

فرمایا کہ ہر زمانہ کے علماء کی زبانوں پر حق تعالیٰ وہ علم و حکمت جاری فرماتا ہے جو اُس زمانہ کے اعمال کا مقتضیٰ ہو۔

جو شخص ذکر اللہ میں مشغول ہو اس سے بات کرنے کیلئے فارغ ہونیکا انتظار کرنا چاہیے

فرمایا کہ جو شخص ایسے آدمی کا دھیان بٹائے جو ذکر اللہ میں مشغول ہو خدا تعالیٰ

۱۔ متوفی ۲۵۸ھ ۔ ۲۔ متوفی ۲۴۵ھ ۔

کا غضب اُس کو فوراً پکڑ لیتا ہے۔

بلا ضرورت سفر کا نقصان فرمایا کہ سالکین و مریدین کیلئے میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ مضر نہیں کہ وہ اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی کے موافق سفر کرتے پھریں۔

تواضع میں مبالغہ کا بیان فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کو فرعون سے (بھی) بہتر جانے اُسنے اپنا تکبر ظاہر کر دیا۔ ف ایمان فی الحال کے اعتبار سے مراد نہیں بلکہ بقاء ایمان فی المآل کے اعتبار سے۔ اور حال و ذوق کا درجہ عوام کے سمجھنے کا نہیں۔

سیّد الطائفہ حضرت جنیدؒ کے ارشادات

ہدیہ پیش کرنیوالے کا لطیف ادب ایک شخص آپ کے پاس پانسو دینار لایا اور آپ کے سامنے رکھدیے اور عرض کیا، ان کو اپنی جماعت (صوفیہ) میں تقسیم کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اس کے سوا بھی کچھ مال ہے؟ اُسنے عرض کیا کہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ مال اور زیادہ ہو جائے۔ عرض کیا کہ ہاں چاہتا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ دینار تمہی رکھو کہ تم ہم سے زیادہ اُن کے محتاج ہو۔ ف کیونکہ ہم تو نہ اُن کے خواہشمند ہیں نہ ان پر زیادتی کے اور تم زیادتی کے طالب ہو۔ اس شخص نے اپنے پاس اور مال موجود ہونیکا غالباً یہ سمجھ کر اقرار کیا ہوگا کہ کہیں یہ سمجھ کر اس کا ہدیہ رَد نہ کر دیا جاوے کہ اسکے پاس صرف یہی مال تھا جو لے آیا اس کو بعد میں پریشانی ہوگی۔ مگر یہاں یہی چیز رَد کرنیکا سبب ہوگئی۔ عجب نہیں کہ اس

شخص کے نفس میں یہ خیال ہو کہ ان حضرات کو ہدیہ دینے سے مال میں برکت اور زیادتی ہو جائے گی۔ اور یہ خیال اخلاص کے خلاف ہے۔ اسلئے حضرت شیخ نے یہ سوال کر کے اُسکا ہدیہ واپس فرما دیا۔ یہ تو مترجم کی توجیہ ہے۔ اور حضرت مؤلف نے یہ کہا ہے کہ غالباً صوفیہ کے مذاق کے اور جنیدؒ کی عبارت کے مناسب یہ ہے کہ حضرت جنیدؒ کو ہدیہ دینے والے میں طمع وحرص کے آثار محسوس ہوئے جس سے یہ احتمال ہوا کہ یہ ہدیہ کے بعد پچھتا وے گا۔ آپ نے ایک ایسے لطیف طریق سے عذر فرما دیا جس کا اُس سے جواب بھی نہ بن پڑے اور اُس کی دل شکنی بھی نہ ہو۔ واللہ اعلم

حضرت رویم ابن احمدؒ کے ارشادات

وسعت اور تنگی برتنے کے مواقع کا بیان آپ کے ارشادات میں سے ہے کہ حکیم کی حکمت کا مقتضا یہ ہے کہ احکام میں اپنے بھائی مسلمانوں پر تو وسعت کرے (یعنی جہاں تک شرعی گنجائش ہو اُن کو آسان عمل بتلائے) اور اپنے نفس پر تنگی برتے (یعنی خود احتیاط اور تقویٰ پر عمل کرے) کیونکہ عام مسلمانوں پر وسعت کرنا علم کا اتباع ہے اور اپنے نفس پر (بقدرِ تحمل) تنگی (یعنی احتیاط اور عزیمت پر عمل) کرنا تقویٰ کا مقتضیٰ ہے۔

زیادہ میل جول کا مضر ہونا اگرچہ صلحا ہی کے درمیان ہو فرمایا کہ صوفیہ کرام اس وقت تک خیر پر ہیں جب تک ایکدوسرے سے یکسوئی رکھیں اور جب آپس میں میل جول کرنے لگیں تو ہلاک ہو جائیں گے۔

ف مراد وہ اختلاط اور میل جول ہے جسمیں اوقات ضائع ہوں یا بے ضرورت ہو۔

حضرت شاہؒ بن شجاع کرمانیؒ کے ارشادات

اپنے کمال کو کمال سمجھنا اُسکو برباد کرنا ہے | فرماتے تھے کہ اہل فضل و کمال کی فضیلت اُسی وقت تک ہے کہ وہ خود اُس کیطرف نظر والتفات نہ کریں اور جب خود اُس پر اپنی نظر ہونے لگے تو کوئی فضیلت نہ رہی۔ اسی طرح اولیار کی ولایت اُسی وقت تک ہے کہ وہ خود اُس پر (فخر کے ساتھ) نظر نہ کریں۔ اور جب اُس پر اپنی نظر ہونے لگی تو کچھ ولایت نہ رہی۔

ف مطلب یہ ہے کہ خود بینی سے فضل وکمال اور ولایت نہیں رہتی۔ اور جن اولیار سے اپنی ولایت کا اعلان و تذکرہ خود منقول ہے وہ خود بینی کے طور پر نہ تھا بلکہ کسی وارد کے ماتحت اور یا کسی دینی مصلحت کی بنا پر۔

اولیار اللہ سے محبت کرنے اور اُنکے محبوب ہونے کی فضیلت کا بیان

فرمایا کہ کوئی عابد اس سے اچھی عبادت نہیں کر سکتا کہ ایسے اعمال اختیار کرے جن سے وہ اولیار اللہ کی نظر میں محبوب ہو جاوے۔ کیونکہ جب اولیار اللہ سے محبت کی تو اللہ تعالیٰ ہی سے محبت کی اور اگر اولیار اللہ نے اُس سے محبت کی تو (گویا) اللہ تعالیٰ نے ہی اُس سے محبت کی۔

حضرت محمدؒ بن عمر حکیم وَرّاق کے ارشادات

بلندی کیلئے سفر کا مضر ہونا | آپ اپنے مُریدین کو سفر اور سیر و سیاحت سے

ؒ حضرت ابو تراب نخشی کے اصحاب میں سے ہیں ۱۲ ؒ حضرت احمد خضرویہ کے دیکھنے والوں میں سے ہیں ۱۲

منع فرماتے اور کہتے تھے کہ ہر برکت کی کنجی یہ ہے کہ اپنے موقع ارادت میں استقلال کیساتھ جمے رہو جبتک وہ ارادت اپنے حال پر پختہ نہ ہو جاوے۔ (یعنی خیالات و معمولات ایک حال پر برقرار ہو جاویں۔ مبتدی کو جو انتشار ہوتا ہے وہ زائل ہو جاوے) جب ارادت قرار پا جاوے اسوقت برکت کے ابتدائی آثار کا ظہور شروع ہوتا ہے (سو اگر اس ابتدا ہی میں انضباط فوت ہو گیا جو سفر کے لوازم عادیہ سے ہے تو پھر ابتدا ہی بگڑ جائیگی، آگے انتہائی برکات کی کیا توقع ہوگی۔

تکبر کیساتھ عبادت کا نافع (کامل) نہ ہونا فرمایا کہ بدعمل اور گناہگاروں کی تواضع اور پستی عبادت گذاروں کی تندی اور تکبر سے بہتر ہے۔

حضرت احمد بن عیسیٰ خراز کے ارشادات

حالت گریہ ختم ہوجانیکا وقت آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا عارف کبھی ایسے حال پر بھی پہنچ جاتا ہے کہ اسکو رونا نہ آوے۔ فرمایا۔ ہاں بکاء (کا غلبہ اکثر) اسوقت تک رہتا ہے جب تک سالک سیر الی اللہ (یعنی قطع مقامات سلوک) میں مشغول ہے۔ پھر جب وہ حقائق قرب پر پہنچتا ہے (یعنی) اپنے مناسب درجہ میں مستقر ہو جاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کے (خاص) انعامات کا ذائقہ چکھتا ہے تو غلبۂ بکا اس سے منقطع ہو جاتا ہے اور اسی لئے حدیث میں وارد ہوا ہے ———— کہ اگر تم کو حقیقتاً رونا نہ آوے تو بتکلف گریہ کی صورت بناؤ۔ یعنی اپنے مقام سے تنزل اختیار کرو تاکہ سالکین تمہارا اقتدار کریں۔ ف قرب و وصول کے بعد گریہ کا انقطاع اکثری ہے لازمی

نہیں کیونکہ بعض حضرات پر اُس وقت بھی گریۂ شوق کا غلبہ رہتا ہے جیسا کہ ہفت گریہ میں حضرت شاہ ابوالمعالیؒ نے فرمایا ہے اور یہ دو لطیف اشعار اسی کے متعلق نقل فرمائے ہیں ؎

بلبلے برگِ گلے خوش رنگ در منقار داشت
واندراں برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت

گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست
گفت مارا جلوۂ معشوق دریں کار داشت

اور جن حضرات کی حالت گریہ بوقتِ وصول و کمال منقطع ہو جاتی ہے وہ بھی اکثر حالات کے اعتبار سے ہے بعض اوقات اُنپر بھی گریہ طاری ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قربِ وصال کس کو ہو سکتا ہے۔ آپکے متعلق بھی متعدد مواقع پر گریہ طاری ہونا بروایاتِ صحیحہ منقول ہے۔ مگر کامل اُسمیں بیقرار نہیں ہوتا اُس میں بھی شان سکون کی ہوتی ہے۔ (مترجم)

حضرت محمدؐ ابن اسمٰعیل مغربیؒ کے ارشادات

ترکِ تعلقات کا کثرتِ عبادت سے افضل ہونا آپکے ارشادات میں سے ہے کہ جو درویش تعلقاتِ دنیا سے فارغ ہو وہ اگر اعمالِ فضائل و نوافل میں سے کچھ بھی نہ کرے تب بھی اُن عبادّ سے افضل ہے جن کیساتھ دنیا ہے۔ بلکہ تارکِ دنیا درویش کے عمل کا ایک ذرّہ اہلِ دنیا کے پہاڑ کے برابر اعمال سے افضل ہے۔

حضرت احمد بن مسروقؒ کے ارشادات۔ (عقل کا اتباع کس حد تک ہونا چاہیئے

جو شخص اپنی عقل کی حفاظت کیلئے اپنی عقل کے ذریعہ سے اپنی عقل (کی آفات سے) پرہیز نہ کرے وہ اپنی عقل ہی کی بدولت ہلاک ہوگیا۔

ف مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اتباعِ عقل میں ایسا غلو کرے کہ عقل حقیقی اور کامل کے مقتضیٰ یعنی اتباع وحی و نبوت سے نکل جاوے جیسا کہ فلاسفہ کو پیش آیا۔ وہ ہلاک ہوگا۔ اُستاذی و سیدی حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب محدث دارالعلوم دیوبند نے اسی مضمون کے متعلق سلف میں سے کسی بزرگ کا نہایت لطیف جملہ نقل فرمایا تھا کہ عقلك دون دينك وثوبك دون قدرك یعنی انسان کو چاہیئے کہ اپنی عقل کو دین سے کم (یعنی اس کا تابع) رکھے اور اپنا لباس اپنے درجہ (حیثیت) سے کم رکھے (احقر مترجم)

علم ظاہر کے اشتغال میں افراط و مبالغہ کی مضرت آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایکمرتبہ خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور دسترخوان بچھے ہوئے ہیں۔ میں نے اُنپر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے مجھے کہا کہ یہ دسترخوان تو صوفیاء کرام کیواسطے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں بھی تو اُنہی میں سے ہوں۔ تو ایک فرشتہ نے مجھسے کہا کہ بیشک تم اُنہیں سے تھے مگر تمہیں کثرتِ حدیث نے اور ہمعصروں پر تفوق و تفاضل کی خواہش نے اُنکے درجہ تک پہنچنے سے روکدیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر میں بیدار ہوگیا تو قوم (صوفیاء) کے طریق میں مشغول ہوگیا اور (اپنے دلمیں) کہا کہ حدیث کیلئے میرے سوا دوسرے علماء ہیں۔

ف معلوم ہوا کہ جب علم ظاہر کی تعلیم و تبلیغ علماء کر رہے ہوں تو بہتر یہ ہے کہ اپنے باطن کی اصلاح و تنویر اور عبادت و ذکر میں مشغول ہو۔ علم ظاہر میں ضرورت سے

زیادہ اشتغال نہ کرے۔ کیونکہ خود اُس سے مقصود عمل صحیح ہے جو حاصل ہے طریق کا۔

حضرت اسمٰعیل بن سہلؒ کے ارشادات

جو فضائل کسی کیطرف منسوب کئے جاتے ہوں اُنپر نظر نہ کرنا چاہیئے فرمایا کہ فقیہہ وہ شخص ہے جو ان فضائل وکمالات کے نیچے نہ آئے جن کی نسبت اُس کیطرف کیجاتی ہے (یعنی اُن پر فخر ومباہات کے طور پر نظر نہ کرے۔)

حضرت ابو العباس ابن عطارؒ کے ارشادات

اپنے اعمال کو حقیر سمجھنا آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ مردانگی کسکو کہتے ہیں۔ فرمایا کہ مردانگی یہ ہے کہ اپنے کسی عمل کو حق تعالیٰ کے لئے زیادہ نہ سمجھے۔

اپنے نفس پر ہمیشہ مواخذہ کرنا آپ فرماتے تھے کہ محبت (کامل) یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے نفس پر مواخذہ اور محاسبہ جاری رکھے۔

حضرت ابراہیم خواصؒ کے ارشادات

صورت علم پر حقیقت علم کی ترجیح فرماتے تھے کہ علم تو اُسی شخص کا ہے جو علم کا اتباع کرے اور اُسپر عمل کرے اور سنت کا اقتدا کرے۔ اگرچہ وہ عرفی اور رسمی طور پر

حضرت ابو حمزہ بغدادیؒ کے ارشادات

نیکی پر شکر ادا کرنا فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ تم پر کسی نیکی کا راستہ کھولیں

لہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے اقران میں سے ہیں۔

تو اُسکو لازم پکڑ لو اور اس سے بچو کہ تم اُس پر نظر کرنے لگو یا اُس پر فخر کرو اور اُس ذات کے شکر میں مشغول ہو جاؤ جس نے تمہیں اسکی توفیق دی۔ کیونکہ تمہارا اُسپر (بطور فخر ومباہات) نظر کرنا تمہیں اپنے مقام سے گرا دے گا۔ اور شکر میں مشغول ہونا تمہارے لئے زیادتی اور ترقی کا موجب ہو گا۔

جب کلام کی ضرورت نہ رہے تو سکوت کا مطلوب ہونا | مروی ہے کہ آپ بہت شیریں کلام تھے۔ ایکمرتبہ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ تم نے کلام کیا اور بہت اچھا کیا۔ اب یہ باقی رہگیا ہے کہ سکوت کرو اور (وہ بھی) اچھی طرح کرو (یعنی سکوت کا بھی حق ادا کرو) اسکے بعد وفات تک آپ نے کلام نہیں کیا (کسی کلام میں ضرورت کا درجہ نہ دیکھا ہو گا)

حضرت ابو عبداللہ شجزی ؒ کے ارشادات

گناہ پر کسی کو عار نہ دلانا چاہیئے | فرمایا کہ کسی شخص کو اسکے گناہ پر عار نہ دلاؤ، جب تلک تمہیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ تمہارے سب گناہ بخشدیے گئے۔ اور (ظاہر ہے کہ یہ درجہ تمہیں حاصل نہیں ہوسکتا۔)

حضرت حامد ترمذی ؒ کے ارشادات

گمنامی کی برکات اور ولی کی بعض علامات | فرمایا کہ ولی ہمیشہ اپنے حالات کے چھپانے میں مشغول رہتا ہے مگر کائنات اُسکی ولایت پر ناطق ہوتی ہے۔ (یعنی حق تعالیٰ کیطرف سے اُس کی ولایت کا اظہار ہو جاتا ہے۔)

حضرت محمد[1] بن سعید وراق کے ارشادات

معافی کا حق | آپکے ارشادات میں سے ہے کہ مکارم الاخلاق کا تقاضا خطار کی معافی میں یہ ہے کہ جب تمنے اپنے بھائی کا قصور معاف کر دیا تو پھر اسکو سختی سے کبھی کسی کی تحقیر دل میں آ وے تو اُسکا علاج | آپکا ارشاد ہے کہ جب ہمارے دل میں کسی شخص کی حقارت واقع ہوتی ہے تو ہم اُسکی خدمت اور اس کیساتھ حسن سلوک کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں یہانتک کہ یہ خیال ہمارے دِلسے نکل جائے۔

حضرت ممشاد[2] دینوری رح کے ارشادات

اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنے کا طریقہ | فرمایا کہ جب کسی بزرگ کیخدمت میں حاضر ہوا تو اسطرح گیا کہ اپنے قلب کو تمام نسبتوں اور علوم و معارف سے خالی کر لیا اور اسکا منتظر رہا کہ انکی زیارت اور کلام سے مجھ پر کیا برکات وارد ہوتی ہیں۔ اور یہ اسلئے کہ جو شخص کسی بزرگ کے پاس اپنا ذخیرہ لیکر جاتا ہے تو اس ذخیرہ کی وجہ سے اُس بزرگ کی زیارت و صحبت اور ادب کلام کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

حضرت خیر نساج[3] رح کے ارشادات

اپنے قصور کے استحضار کی برکت | فرمایا کہ وہ عمل جس کے ذریعہ بندہ انتہائی مدارج پر پہنچتا ہے وہ اپنے قصور اور عجز و ضعف کا استحضار و مشاہدہ ہے۔

---

[1] وفات ۳۲۰ھ سے پہلے ہوئی۔ [2] متوفی ۲۹۷ھ۔ [3] سری سقطی کے دیکھنے والوں میں سے ہیں۔

حضرت حسین بن عبداللہ الصنجیؒ کے ارشادات

کسی چیز سے منقطع ہونیکا طریقہ فرماتے تھے کہ کوئی شے تمہیں کسی شے سے اُس وقت تک منقطع نہیں کرسکتی جب تک کہ قطع کرنے والی چیز تمہارے نزدیک اس سے زیادہ اتم اور اکمل اور اعلیٰ نہ ہو۔ پس اگر برابر یا کم ہو تو تمہیں اس چیز سے یکسو نہیں کرسکتی۔ کیونکہ اثر اُس چیز کا غالب ہوتا ہے جو قلب پر غالب ہو (مثلاً دین اور آخرت کی فکر دنیا سے اس وقت منقطع کریگی جب تمہارے قلب میں دین کی عظمت دنیا سے زیادہ ہو۔)

حضرت جعفر ابن حمدانؒ کے ارشادات

تکبر کا نقصان معصیت کے نقصان سے زیادہ ہے فرمایا کہ اطاعت کرنیوالوں کا گنہگاروں پر تکبر کرنا اُنکے گناہوں سے زیادہ شدید اور اُن کیلئے اُن کے گناہوں سے زیادہ مضرت رساں ہے۔ جیسا کہ کسی گناہ کی توبہ سے بندہ کا غفلت کرنا اُس گناہ کے ارتکاب سے زیادہ بُرا ہے۔

حضرت ابو علی محمد بن عبدالوہاب ثقفیؒ کے ملفوظات

مربی کے شرائط آپ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص تمام علوم جمع کرلے اور ہر جماعت کے بزرگوں کی صحبت میں رہے وہ مردانِ راہِ خدا کے درجہ کو اسوقت تک نہیں پہنچ سکتا جبتک کسی ایسے شیخ و مقتدا کے سامنے

لہ آپ نے حضرت حمدون کی زیارت کی ہے۔

مجاہدہ و ریاضت نہ کرے جو تادیب کرنیوالا اور خیر خواہ ہو۔ اور جس شخص نے کسی ایسے شخص سے اصلاح حاصل نہ کی جو اس کو (مفید چیزوں کا) امر کرنے والا اور (مضر چیزوں سے) منع کرنے والا ہو۔ اور جو اس کو اس کے اعمال کے عیوب اور نفس کی رعونت پر متنبہ کرتا ہو تو صحیح معاملات (اصلاح) میں اُس کی اقتدار، درست نہیں۔

ملفوظات حضرت ابو عبداللہ محمد بن منازل
جو حضرت حمدون کے اصحاب میں سے ہیں

فضول کاموں کا ترک کرنا فرماتے تھے کہ جو شخص کسی بے ضرورت چیز کا التزام کرتا ہے وہ اپنے احوال میں سے بہت سی ایسی چیزوں کو ضائع کر دیتا ہے جن کا وہ محتاج ہو اور وہ اُس کے لئے ضروری ہیں۔

مصلح پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے فرمایا کہ تم جس شخص کے علوم کے محتاج ہو اس کے عیوب پر نظر نہ کرو۔ کیونکہ اُس کے عیوب پر تمہارا نظر کرنا تمہیں اُس کی برکاتِ علوم کے انتفاع سے محروم کر دے گا۔

ملفوظات حضرت ابو الخیر اقطع[1]

آپ نے ابو جعفر رح کو خط لکھا کہ اس زمانہ میں درویشوں نے آپکے معاملہ میں جہالت اور بے قدری اختیار کر لی اور سبب اسکا آپ ہی لوگوں کیطرف سے ہے کیونکہ آپ لوگ مسندِ شیخیت (تربیت و اصلاح) پر حصولِ کمال سے پہلے

---

[1] جنکی وفات ۳۴۰ھ کے کچھ بعد ہوئی۔

بیٹھ گئے (اس سے معلوم ہوا کہ اپنی اصلاح سے پہلے دوسرے کی اصلاح کی فکر کرنا مضر ہے)

حضرت ابوالحسین بن حبان جمالؒ

جو خراز کے اصحاب میں سے ہیں

اولیاء اللہ کا ادب | فرمایا کہ اولیاء اللہ کی قدر شناسی وہی شخص کر سکتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم القدر ہو۔

حضرت مظفر قرمیسینیؒ جو عبداللہ خرازؒ کے اصحاب سے ہیں

دوسرے کی اصلاح کیلئے کسی شیخ کامل سے اپنی اصلاح کرانیکا شرط ہونا | فرماتے تھے جو شخص کسی حکیم سے اصلاح وادب حاصل نہ کرے اُس سے کسی مرید کی اصلاح نہیں ہوتی

حضرت ابوالحسین علی بن ہندؒ کے ملفوظات

بزرگوں کی تعظیم کا ثمرہ | فرمایا کہ حق تعالیٰ جس شخص کو بزرگوں کی تعظیم کیساتھ مشرف فرماتے ہیں مخلوق کے قلوب میں اُسکی عظمت ڈالدیتے ہیں۔ اور جو شخص اس سے محروم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکی عزت لوگوں کے قلوب سے نکالدیتے ہیں۔ یہانتک کہ تم اُسکو ہمیشہ مبغوض دیکھو گے۔ حالانکہ اُسکے اخلاق اور احوال درست ہوں۔

حضرت ابوالعباسؒ کے ملفوظات

اہلِ مشاہدہ کا لذت سے خالی ہونا | فرمایا کہ کوئی عاقل کبھی مشاہدہ کیساتھ لذت نہیں پاتا۔

کیونکہ مشاہدۂ حق سبب ہے فنا کا اس میں لذت اور حظ کہاں۔

ملفوظات حضرت ابوبکر طمستانیؒ متوفی ۳۴۰ھ

نفس کے کید سے بےفکر نہ ہونا | فرمایا کہ نفس کی مثال آگ جیسی ہے کہ ایک جگہ سے بجھتی ہے تو دوسری جگہ بھڑک اٹھتی ہے۔ ایسا ہی نفس ہے کہ ایکطرف اُسکو (مجاہدہ وریاضت کر کے مہذب بنایا جاتا ہے تو دوسری جانب سے متأثر ہو جاتا ہے۔

از حضرت ابوالقاسم بن ابراہیمؒ متوفی ۳۶۷ھ

جذب کا سلوک سے زیادہ سریع الاثر ہونا | فرمایا کہ جذب سلوک سے زیادہ سریع النفع ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک جذبہ انسان کو تمام جن وانس کے اعمال سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

خلاصۂ طریق | آپ فرماتے تھے کہ تصوف کی اصل یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا التزام اور خواہشات و بدعات سے اجتناب اور بزرگوں کی تعظیم و تکریم کرے اور مخلوق کے اعذار کو درست سمجھے (یعنی جہاںتک شریعت اجازت دیتی ہو اُن پر مباحات میں ملامت نہ کرے اور جہاں عذر کی گنجائش ہو اُن کے عذر کو قبول کرے) اور اوراد و معمولات پر مداومت کرے اور رخصتوں اور تاویلات کے پیچھے پڑنے سے اجتناب کرے۔ ف: حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ رخص پر تاویلات کا عطف عطف تفسیری ہے۔ یعنی رخصتوں سے وہ رخصتیں مراد ہیں جو بتاویل نکالی جاویں۔ کیونکہ جن اُمور میں صراحۃً شریعت نے

رخصت دی ہے وہ تو مقاصد شرعیہ میں سے ہیں۔

از حضرت احمد بن عطار روزباریؒ متوفی ۳۶۹ھ

بدون کسی مصلحت کے بخل کرنیکی مذمت | فرماتے ہیں کہ سب بروں سے زیادہ برا وہ صوفی ہے جو بخیل ہو۔ امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ بخل سے مراد اس جگہ یہ ہے کہ مال کو بغیر کسی حکمت کے روکے۔ کیونکہ (بوجہ حکمت کے) بعض لوگوں سے مال کو روکنا تو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

بے تہذیبی کیساتھ خدمت کرنیکا انجام بد | فرماتے تھے کہ جو شخص بے تہذیبی کے ساتھ اولیاء اللہ کی خدمت کرتا ہے وہ ہلاک ہوتا ہے۔

ملفوظات حضرت علی بندارؒ جو کہ حضرت جنید وغیرہ کے اصحاب میں سے تھے

اپنے نفس کو حقیر سمجھنا | آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس زمانہ میں ہم جیسے لوگوں کو صلحاء کہا جاوے اُس میں صلاح کی کوئی اُمید نہیں۔

از حضرت محمد بن عبدالخالق دینوریؒ

زہد اور معرفت کے آثار کا محل | فرماتے تھے کہ زہد کی مشقت تو بدن پر ہوتی ہے اور معرفت کی مشقت قلب پر۔ اسی لئے زہد کا مجاہدہ عامہ خلق کو محسوس ہوتا ہے اور معرفت کا مجاہدہ اُن کو محسوس نہیں ہوتا حالانکہ وہ بہت اشد ہے۔ کما قیل ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست ، حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند۔

(کثرتِ کلام کی مضرت) فرماتے تھے کہ کثرتِ کلام حسنات کو اسطرح چوس لیتی ہے جیسے زمین پانی کو جذب کر لیتی ہے۔

از حضرت سیدی عبد القادر جیلی رح متوفی ۵۶۱ھ

مصائب میں مبتلا ہونیکی مختلف صورتیں اور انکی علامات انسان پر جو آفات و مصائب آتے ہیں اس کی وجوہ مختلف ہوتی ہیں اور کبھی اس شخص کا کفارۂ سیئات منظور ہوتا ہے اور کبھی رفعِ درجات۔ حضرت شیخ رح فرماتے ہیں کہ جو ابتلار بطور سزا و عقوبت کے ہوتا ہے اُسکی علامت یہ ہے کہ مصیبت کے وقت اُسکو صبر نہیں ہوتا جزع فزع میں گرفتار ہوتا ہے اور مخلوق سے شکایت کرتا ہے۔ اور جو ابتلار کفارۂ سیئات کیلئے ہوتا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ مصیبت کیوقت صبر جمیل کی توفیق ہوتی ہے، شکایت اور جزع فزع اور دل تنگی نہیں ہوتی اور طاعات و عبادات کے ادا کرنے میں ثقل نہیں ہوتا۔ اور جو ابتلار رفع درجات کیلئے ہوتا ہے اُسکی علامت یہ ہے کہ رضا بر قضا اور موافقت پائی جاتی ہے اور نفس میں طمانیت اور سکون محسوس ہوتا ہے۔ یہانتک کہ وہ مصیبت دُور ہو جاوے۔

از حضرت ابو محمد شنبکی[۱] رحمۃ اللہ علیہ

ولایت کے بعض لوازم فرماتے تھے کہ صوفی وہ شخص ہے جو ہمیشہ اپنے حال کو چھپائے اور تمام کائنات اُسکی ولایت کے ناطق ہو (یعنی علم ضروری کے طور پر لوگ اُسکو ولی اللہ مانتے ہوں) بدوں اس کے کہ اُسکے ایسے

---

[۱] زمانا حضرت سیدی عبد القادر جیلی رح سے متقدم ہیں ؛

اعمال لوگوں پر ظاہر ہوں جو اُس کے لئے امتیازی شان پیدا کریں۔

از حضرت شیخ عقیل منبجی[1] رحمۃ اللہ علیہ

اعمال کے ثمرات میں تفویض و تسلیم | آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے لئے مال و دولت یا کوئی خاص مقام طلب کرتا ہے وہ معرفت کے راستوں سے دُور ہے۔

از حضرت عدی بن مسافر[2] متوفی ۵۵۸ھ

نفع باطن کیلئے شیخ کا اعتقاد کامل شرط ہے | آپ فرماتے تھے کہ تم اپنے اپنے شیخ سے اُس وقت تک نفع حاصل نہیں کر سکتے جب تک تمہارا اعتقاد اُن کے متعلق سب سے زیادہ نہ ہو۔

اصلاحِ غیر کیلئے شرط ہے کہ خود کسی شیخ سے اصلاح و تربیت حاصل کی ہو

فرماتے تھے کہ جس شخص نے کسی مصلح کی (خدمت میں رہ کر) ادب اور اصلاح حاصل نہ کی ہو وہ اپنے متبعین کو بھی تباہ کرے گا۔

حقیقت کیساتھ متصف ہونیکے بغیر تحقیقات کرنے کا ضرر | فرمایا کہ جو شخص علم (باطن) میں بدون اسکے کہ اُس کی حقیقت کیساتھ متصف ہو محض زبانی کلام پر اکتفا کرے وہ طریق سے منقطع اور بعید ہو جائے گا۔

از شیخ ابو النجیب سہروردی متوفی ۵۶۳ھ

تصوف کی منازل | آپ فرمایا کرتے تھے کہ تصوف کی پہلی منزل علم ہے

[1] جو حضرت عدی بن مسافر کے شیوخ میں سے ہیں جن کا ذکر عنقریب آتا ہے [2] سیدی عبدالقادر جیلی نے ان کی مدح

اور درمیانی منزل عمل اور آخری منزل محض عطاءِ خداوندی ہے۔ کیونکہ علم منزلِ مقصود کو سامنے کر دیتا ہے اور عمل اُس کی طلب میں امداد کرتا ہے اور عطاءِ حق منتہائے مقصود تک پہنچاتی ہے۔

از حضرت شیخ احمد بن الحسین الرفاعیؒ متوفی ۵۷۰ھ

صدقہ کا نوافل سے افضل ہونا | فرمایا کرتے تھے کہ عبادات بدنیہ سے اور نوافل سے صدقہ افضل ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ وجہ افضلیت یہ ہے کہ صدقہ کا نفع متعدی ہے اور وہ نفس پر زیادہ شاق ہے۔

بلاضرورت سفر کی مضرت | فرمایا کرتے تھے کہ سفر درویش کے دین کو پارہ پارہ اور اُس کی جمعیتِ خاطر کو برباد کر دیتا ہے۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ یہ اسوجہ سے کہ سفر کیوجہ سے معمولات میں خلل آتا ہے اور اوقات مشوش ہوتے ہیں۔

مرید کے چند آداب | فرمایا کرتے تھے کہ مرید کے سبقت کی علامت یہ ہے کہ اپنے شیخ کو اپنی تربیت کے وقت مشقت میں نہ ڈالے بلکہ اُن کی بات کا ماننے والا اور اشارہ پر اطاعت کرنیوالا ہو۔ اور یہ کہ اُس کا شیخ درویشوں میں اُس پر فخر کرے کہ ہمارا مرید ایسا ہے۔ نہ یہ کہ وہ اپنے شیخ پر فخر کرے۔

لوگوں کے عیوب سے چشم پوشی | فرمایا کرتے تھے کہ درویش کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ لوگوں کے عیوب پر اُس کی نظر نہ ہو۔

از حضرت علی بن الہیتی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۶۴ھ

اہلِ موہبت کیلئے خلوت کا شرط نہ ہونا | آپ اسّی برس اسطرح زندہ رہے

کہ آپ کیلئے نہ کوئی خلوت خانہ تھا نہ کوئی علیحدہ گوشہ۔ بلکہ عام درویشوں کے مجمع میں سویا کرتے تھے اور وجہ اسکی یہ تھی کہ ان کو دولت باطن وہبی طور پر حاصل ہوئی تھی۔

کمال کی بات یہ ہے کہ غلبۂ حال کیوقت حد سے نہ نکلے | فرمایا کرتے تھے کہ صحتِ حال کی علامت یہ ہے کہ صاحب حال غلبۂ حال کے وقت بھی تجاوز عن الحدود سے محفوظ رہے۔ جیسا کہ صحو (ہوش وسکون) کے وقت بھی وہ مغلوب الحال رہتا ہے۔ (یعنی صحو میں جسطرح غلبہ سے خالی نہیں جو اثر ہے سکر کا، اسی طرح سکر میں محفوظ رہتا ہے جو اثر ہے صحو کا۔)

کوئی حال دائم نہیں مگر کسی عارض کیوجہ سے | فرمایا کہ حالات باطنی بجلی کی چمک کیطرح ہوتے ہیں کہ اُنکے عدم حصول کیوقت ان کی تحصیل ممکن نہیں اور حصول کے وقت ان کا ابقاء ممکن نہیں۔ مگر یہ کہ بعض احوال کو کسی شخص کیلئے غذا بنا دیا جائے۔ تو حق تعالیٰ اس کے حال کی تربیت فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اُسکا اوڑھنا بچھونا ہوجاتا ہے۔ یعنی اس حال میں اُن کو دوام ہو سکتا ہے۔

از شیخ عبد الرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ علیہ

تواضع سے نقصانِ عمل کا جبر نقصان اور کبر سے اسکے خلاف ہونا | فرمایا کرتے تھے کہ تواضع کیساتھ بے عملی مضر نہیں جبکہ فرائض و واجبات اور سُنن مؤکدہ پر عمل کرتا رہے۔ اور کبر کیساتھ نہ کوئی عمل مستحب نتیجہ خیز ہوتا ہے نہ علم مطلوب۔

از شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق قرشی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۶۴ھ

حصولِ کرامت سے پہلے صاحب حال لوگوں کی وضع بنانیکی مضرت | آپ اپنے

مریدین سے) فرماتے تھے کہ اصحاب احوال کی نقل اُتارنے سے بچو جبتک کہ تم طریق میں پختہ کار ثابت قدم نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ اگر ایسا کرو گے تو وہ تمہیں سیر (یعنی منازل تصوف طے کرنے) سے روک دیگا۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ اسمیں ریا، ودعویٰ سے اطمینان نہیں۔

از شیخ ابومدین مغربیؒ جو سنہ ۵۸۰ھ میں موجود تھے

سب سے زیادہ نافع مشاہدہ | فرماتے تھے کہ اس کا مراقبہ کرو کہ حق تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں اس کا مراقبہ کرو کہ تم اُسکو دیکھ رہے ہو۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں یہ اسلئے کہ طریق اوّل اقرب الی الفنا رہے۔ ف یعنی جب کسی شخص کو یہ استحضار ہو جاوے کہ حق تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں تو اس کی خواہشات اور ارادے بلکہ خود اپنا وجود کالعدم ہو جائیگا۔ یہی مقام فنا ہے جو منازلِ تصوف میں انتہائی مقام ہے۔

ہمیشہ اپنے نفس کی نگرانی رکھنا | فرمایا کرتے تھے کہ جو درویش ہر گھڑی میں یہ معلوم نہ رکھے کہ میری حالت میں کمی ہوگئی یا زیادتی، وہ درویش نہیں۔ (یعنی درویش کیلئے لازم ہے کہ وہ ہر وقت اپنی حالت کی فکر میں رہے۔ اگر زیادتی ہو تو شکر کرے اور کمی ہو جاوے تو تدارک کی فکر کرے۔)

جو شخص ذکر اللہ میں مشغول ہو اس کا ادب | فرمایا کہ جو شخص حق تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول ہونیوالے کو قطع کرے (یعنی اس کا دھیان بٹائے) حق تعالیٰ اُس کو (اپنے سے) قطع فرمادیتے ہیں۔ اور جو شخص کسی مشغول بحق کو اپنی طرف

مشغول کرے اُس کو حق تعالیٰ کا غضب فوراً پکڑ لیتا ہے۔

از حضرت شیخ عبداللہ قرشی مجذومؒ

آپ کی کرامت زوجہ کے ساتھ مشہور ہے (کہ اُس نے باوجود آپ کے جذامی ہونے کے آپ کے ساتھ نکاح کو محض لوجہ اللہ گوارا کیا۔ آپ جب اُس کے پاس تشریف لے گئے تو کرامت سے آپ کو حق تعالیٰ نے ایک جوان رعنا کی صورت عطا فرمادی۔ مگر اُس نے اصلی جذامی حالت میں رہنے ہی کی درخواست کی۔ تاکہ اخلاص میں نفس کی آمیزش نہ ہو جاوے۔)

درویشوں کیساتھ بدگمانی کا انجام بد | فرمایا کہ ہم نے کبھی اس کے خلاف نہیں دیکھا کہ جو شخص (مخلص اور سچے درویشوں پر اعتراض کرتا ہے اور اُنکے ساتھ بدگمانی کرتا ہے تو ہمیشہ (اُس کا خاتمہ خراب ہوتا ہے اور) بدترین حالت میں مرتا ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ اُس وقت ہے جبکہ اُن لوگوں پر اعتراض نفسانی شائبہ سے ہو کسی شرعی داعیہ پر مبنی نہ ہو۔

اعلیٰ درجہ کا اخلاص | ارشاد فرمایا کہ تمہارا کام یہ ہے کہ عبودیت (بندگی) اور اُس کے آداب کو مکمل کرو۔ اسکے ذریعہ وصول الی اللہ کو بھی طلب نہ کرو۔ کیونکہ جب حق تعالیٰ تمہیں اپنے لئے بنالیں گے تو اپنے تک (خود ہی) پہنچا دینگے اور تمہارا کونسا عمل خالص ہے کہ تم اُس کے ذریعہ وصول کے طالب ہو۔

از حضرت شیخ محمدؐ بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ

یہ حضرت عبداللہ بن ابی جمرہ کے علاوہ دوسرے بزرگ ہیں جن کی وفات

کچھ اوپر سن چھ سو ستر ہجری میں ہوئی ہے۔ جیسا کہ طبقات کبریٰ کے طرز سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا تذکرہ شیخ عبد الغفارؒ سے پہلے لکھا ہے جن کی وفات سن مذکور میں ہوئی ہے۔

ایسے اسباب سے بچنا جن سے مرید کے دل میں شیخ کی عظمت کم ہو جاوے

طبقات کبریٰ میں آپ کے بعض ملفوظات ذکر کرنیکے بعد اُنپر بطور تفریع لکھا ہے۔ اسی لئے حضرات مشائخ نے فرمایا ہے کہ شیخ کیلئے مناسب نہیں کہ مرید کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاوے اور یہ کہ بلا ضرورت اُس کیساتھ مجالست کرے۔ کیونکہ اس سے یہ اندیشہ ہے کہ مرید کے دل سے شیخ کی عظمت نکل جاوے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اُس کی برکت صحبت سے محروم رہے گا

از حضرت شیخ ابوالحسن صائغ اسکندریؒ

ان کا تذکرہ طبقات کبریٰ میں شیخ عبد الغفار قوسی متوفی سن چھ سو ستر ہجری کے بعد اور شیخ ابو مسعود بن ابی العشائر متوفی ۶۴۶ھ سے پہلے متصلاً لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان سب حضرات کا زمانہ قریب قریب ہے۔

امردوں سے علیحدہ رہنا اور لوگوں کو انسے اور انکو لوگوں سے بجز مواقع ضرورت کے علیحدہ رکھنا

فرماتے تھے کہ درویشوں کی خانقاہ کے شیخ کیلئے مناسب نہیں کہ وہ امرد لڑکوں کو خانقاہ میں رہنے دے جبکہ اُن کیوجہ سے وہاں کے درویشوں پر فتنہ کا اندیشہ ہو۔ بالخصوص جبکہ نوجوان حسین صورت ہو۔ ہاں اگر یہ لڑکا طرق فساد سے علیحدہ اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو، لہو و لعب کے لئے اُس کے

پاس وقت نہ ہو تو خانقاہ میں اُس کو رہنے کی اس شرط پر اجازت دے کہ شیخ اُس کی ضروری خدمت کا خود انتظام کرے۔
نقیب الفقرا (یعنی ناظم خانقاہ) کے سپرد نہ کرے۔ اِلّا اس صورت میں کہ نقیب الفقرا صاحب تمکین اور نفس پر قابو یافتہ ہو اور اُس پر کسی فساد کا خطرہ نہ ہو۔ اور فرمایا کہ نوعمر کو نہ چاہیئے کہ وہ مردوں کیساتھ وسط حلقہ میں بیٹھے۔ بلکہ حلقہ رجال کے پیچھے بیٹھنا چاہیئے اور لوگوں کیطرف اپنا چہرہ نہ کرے اور نہ کسی درویش سے اختلاط کرے جبتک کہ اُس کے داڑھی نہ نکل آئے۔ حضرۃ مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ تمام استثنار انہی بزرگان سلف کے زمانہ کیلیئے تھے اور آجکل تو تمام احکام عام ہیں ان میں کوئی کسی کا استثنار نہیں۔ نہ صالح امردوں کا استثنار ہے نہ صالح درویش کا بلکہ آجکل تو سب سے یہ کہا جائے گا ؎

ہرگز بگندمی گون لانقربوا کہ زہر است ؂ حال پدر بیاد از ام الکتاب دارم

از حضرت شیخ ابو مسعود ابن ابی العشائرؒ متوفی ۵۶۲ھ

جو چیزیں حق تعالیٰ سے دور کرنیوالی ہیں اگرچہ اسباب بعیدہ ہوں اُنسے احتراز چاہیئے | فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے ذمہ لازم ہے کہ ان خیالات کا مادہ قطع کرو جو تمہیں اپنی طرف مشغول کرنیوالے اور جن سے دنیا کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ جب کوئی ایسا خیال آوے تو اُس سے اعراض کرو۔ اور اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مشغول ہو جاؤ۔ اور فرماتے تھے کہ اس سے بچو کہ دل میں آنیوالے

وساوس وخطرات کو قرار دے لو۔ کیونکہ وسوسہ جب قلب میں ٹھہر جاتا ہے تو اُس سے فکر پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر فکر سے ارادہ پیدا ہو جاتا ہے اور بسا اوقات ارادہ قوی ہو جاتا ہے تو وہ ایک غالب آجانیوالی ہوا نفسانی ہو جاتی ہے۔ اور جب ہوئی غالب آئی تو قلب ضعیف ہو جاتا ہے اور اُسکا نور جاتا رہتا ہے اور بسا اوقات نورِ قلب بالکل ضائع ہو جاتا ہے اور اُس سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور اُس پر پردہ سا پڑ جاتا ہے۔

قربِ الٰہی کے ذرائع کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اگرچہ ذرائع بعیدہ ہوں

آپ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو چاہیئے کہ ذاتِ حق تعالیٰ میں ایسا محو ہو جاوے کہ ماسوا سے غفلت پیدا ہو جاوے۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اُسکی ذات کیساتھ اشتغال کی کیفیت پیدا کرے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو کم از کم حق تعالیٰ کی اطاعت ہی میں مشغول رہے۔ اور اطاعت میں اشتغال نہ کرنے کا میرے نزدیک کوئی عذر (مسموع) نہیں۔ کیونکہ یہ درجات ترقی میں سے بالکل ابتدائی درجہ ہے۔

مجاہدہ کی سہل ترین تدبیر فرمایا کرتے تھے کہ سالک پر واجب ہے کہ جب اپنے نفس میں کوئی خلق رذیل دیکھے مثلاً کبر یا شرک (شرک سے مُراد ریار ہے) یا بخل یا کسی مسلمان پر بدگمانی کرنا وغیرہ۔ تو اُسکو چاہیئے کہ اپنے نفس کو اس کیخلاف میں داخل کرے (مثلاً کسی کے مقابلہ میں کبر ہے تو اُس کیساتھ تواضع کا برتاؤ کرے۔ بخل ہے تو صدقہ کرے) پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ کی قوت و توفیق سے اور مجاہدات سے استعانت کرے تو اُسکے نفس کے اخلاق رذیلہ ضعیف ہو جائینگے اور نور قلب بڑھ جائے گا۔ پھر حق تعالیٰ اپنی محبت کا کوئی

ذرہ عطا فرما دیں گے تو تمام (مضر اور فضول) چیزوں کو بلا مشقت چھوڑ دیگا اور ہر مرغوب نفسانی بلا مجاہدہ قطع ہو جائے گا۔

نفس کا حق ادا کرنا چاہیئے مگر اُس کو تجاوز عن الحد سے روکنا چاہیئے

ایک کلام طویل کے دوران میں ارشاد فرمایا کہ سالک کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو اُس کا حق دے یعنی کھانا پینا (اور ضروری راحت وغیرہ) البتہ اُس کو ایسی چیز سے دُور رکھے جو اُسکو حدود سے نکالدے۔ کیونکہ انسان کا نفس اُس کے پاس حق تعالیٰ کی امانت ہے اور ایک سواری ہے جسپر وہ سلوک کا راستہ چلتا ہے اسلئے اُس پر ظلم کرنا بھی ایسا ہی جرم ہے جیسے کسی غیر پر ظلم کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنے کی برکات | فرمایا اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنا ہر سعادت و نیک بختی کی کنجی ہے اور یہی راحت کا مختصر راستہ ہے اسی سے قلب پاک ہوتا ہے اور نفس کمزور ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کیساتھ اُنس قوی ہو جاتا ہے۔ پھر قلب میں محبت الہٰی واقع ہوتی ہے اور صدق و اخلاص حاصل ہوتا ہے اور یہی ایک ایسا پاسبان ہے جو سوتا نہیں۔ اور ایک منتظم ہے جو غفلت نہیں کرتا۔

نفس کے مقابلہ میں غلو نہ کرنا چاہیئے | فرمایا کہ سالک پر واجب ہے کہ بالکلیہ نفس کی مخالفت و مقابلہ میں منہمک نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص اس کیساتھ مقاومت و مقابلہ میں مشغول ہوگا تو نفس اُس کو (ترقی سے روک کر ایک جگہ) ٹھہرا دیگا۔ اور جو اُسکو آزاد چھوڑ دیا تو اُس پر سوار ہو جاویگا۔ بلکہ چاہیئے کہ نفس کو دھوکہ دے اس طرح کہ اُسکو معمولی درجہ کی راحت دے پھر اُس سے کم درجہ کیطرف منتقل ہو جاوے اور جو شخص کہ نفس کی مقاومت و مقابلہ کرتا رہے اور اس کا مقابل حریف

بنتا ہے تو نفس اسکو اپنے ہی میں مشغول کرلیتا ہے۔ اور جو شخص اُسکو خداع وتدبیر کیساتھ پابند رکھے اور اُسکی خواہشات کا تابع نہ بنے تو نفس اُسکا تابع ہوجاتا ہے۔

از شیخ ابراہیم دسوقی قرشی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۷۶ھ

مرید کو ہر فضول کام و کلام سے روکنا فرمایا کہ مرید کے ذمہ واجب ہے کہ پہلے اتنا علم حاصل کرے جتنا اس کے ذمہ ادائے فرض ونفل کیلئے واجب ہے اور فصاحت وبلاغت (وادب) میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ یہ اُس کو اپنی مُراد سے غافل کرنیوالے ہیں۔ بلکہ اُسکو چاہیئے کہ عمل کے بارے میں صلحاء کے حالات کی تفتیش کرے اور ذکر اللہ پر مداومت کرے۔

شیخ کی ضرورت کا سبب فرمایا کہ بخدا کہ اگر لوگ (رذائل سے) صحیح ہجرت اختیار کر لیتے اور امر الٰہیہ کے تحت میں داخل ہوجاتے تو وہ شیوخ سے مستغنی ہوتے۔ لیکن وہ اس طریق میں امراض وآفات لیکر داخل ہوتے ہیں اسلئے حکیم کی ضرورت پڑتی ہے۔

اتباع شیخ کا لازمی وضروری ہونا فرمایا کہ شیخ مرید کے لئے بمنزلہ حکیم کے ہے۔ جو مریض حکیم کے کہنے پر عمل نہ کرے گا اُس کو شفا حاصل نہ ہوگی۔

غیر اہل کے سامنے کلام پیش کرنے کی ممانعت فرمایا کرتے تھے اے عزیز میرا کلام ایسے لوگوں کے سوا کسی کو نہ سناؤ جو ہماری جماعت میں سے ہے اور ہمارے طریق پر چلنے کو پسند کرتا ہے اور بجز ایسے محب کے جو اُسکو قبول کرے اور ہماری اطاعت کرے اور کسی کو نہ سناؤ۔ کیونکہ غیر اہل کے سامنے ہمارے کلام کا ذکر کرنا بمنزلہ ستر دکھلانے کے ہے (کہ اُس کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔)

خلوت کے مفید ہونیکی شرط | فرماتے تھے کہ خلوت اس وقت تک مفید نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شیخ کے مشورہ سے نہ ہو۔ ورنہ خلوت کا فساد اُس کے نفع سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

صرف صورت ورسم پر بغیر حقیقت کے قناعت نہ کرنا چاہئے | فرمایا کہ جو شخص قوم (صوفیا کرام) کی وضع لباس اختیار کرے تو محض یہ خرقہ، تصوف اور وضع اُس کو کچھ نفع نہ دے گی۔ کیونکہ یہ محض اُمور ظاہرہ ہیں اور قوم کا عمل سب جوانب (کو جمع کرنا ہے) یعنی یہ حضرات صرف ظاہر پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ سب پہلوؤں کو جمع کرتے ہیں جن میں اصل عمل باطن ہے اسی کا اہتمام کرتے ہیں کیونکہ وہ اسی کے ذریعے کامل رجال کے درجہ تک پہنچتے ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ محض خرقہ پہن لینے یا سند اجازت حاصل کر لینے سے کبھی کاملین کے درجہ کو پہنچ گیا ہو۔ بلکہ ایسا کرنا مرید کو طلب ترقی سے روکنے والا ہے۔ حالانکہ ترقی کی اس طریق میں کوئی انتہا نہیں ہے

اے برادر بے نہایت درگہیست
ہر چہ بروے میرسی بروے مایست (مترجم)

اس زمانہ میں تربیت کا نفع کم ہوتا ہے | ایک کلام طویل کے بعد فرمایا کہ اہلِ تمکین کا جو یہ فعل ہے کہ (عوام کے رذائل اور نقائص کیطرف اصلاح کی غرض سے التفات نہیں کرتے اور ان کیلئے صرف دُعا پر اکتفا کرتے ہیں) یہ فعل دلیل ہے اس امر کی کہ اس زمانہ میں سلوک کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ کیونکہ ابنائے زمانہ کے معالجہ و اصلاح کی فکر درویش کو اپنے نفس کی مہمات سے غافل کر دینے والی ہے

اور پھر اُس کا بھی کوئی ثمرہ و نتیجہ نہیں نکلتا۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ حضرت مصنّف فرماتے ہیں کہ طالبِ صادق جو مجاہدہ کے لئے تیار ہو اس سے مستثنیٰ ہے اگرچہ ایسے شخص کا وجود اس زمانہ میں قلیل ہے

از حضرت شیخ داؤد کبیر[1] بن ماخلا رحمۃ اللہ علیہ

اہلِ کمال ظاہر ہو کر بھی مخفی رہتے ہیں | فرماتے تھے یہ کوئی بڑا کمال نہیں کہ لوگوں سے علیحدہ خلوت میں چھپ کر اپنے حالات کا اخفار کرے، بلکہ کمال کی بات یہ ہے کہ لوگوں میں ظاہر اور ملا جُلا رہے اور پھر اُن پر مخفی رہے۔ (کیونکہ اہلِ کمال اپنے علو رتبہ کی وجہ سے عوام پر مخفی رہتے ہیں۔ اگرچہ خمول و عزلت اختیار نہ کریں۔)

کمالِ تربیت | ارشاد فرمایا کہ کامل وہ شخص نہیں جو تمہیں دوا کا صرف پتہ بتلا دے بلکہ کامل وہ ہے جو اپنے سامنے تمہاری دوا و علاج کرے۔ حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں وجہ یہ ہے کہ دوا کا نام و پتہ بتلا دینا تو کوئی مشکل کام نہیں، ہر شخص کر سکتا ہے اور سامنے رکھ کر معالجہ کرنا اُسی شخص کا کام ہے جو قوی الہمۃ صاحب البرکت کامل الشفقت ہو۔ اور حق تعالیٰ کی عادت لازمہ ہے کہ اس پر نفع ضرور مرتب ہوتا ہے۔

علمِ مقبول کی شان | فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اُس کے قلب پر علومِ حقیقیہ جو بارگاہِ ربوبیت سے عطا ہوتے ہیں اُس طرح فائز فرماتے ہیں کہ نہ اُن میں ظواہر شریعات کے اعتبار سے کوئی اشکال رہتا ہے اور نہ قواعدِ عقلیہ کے اعتبار سے۔

---

[1] ان کا زمانہ معلوم نہیں ہوا۔ جن صاحب کو معلوم ہو اضافہ فرما دیں۔ ۱۲

بعض اسرار طریق کے ظاہر کرنیکی ممانعت | فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ایسے اسرار کو ظاہر کرتا ہے کہ اُن کا اظہار مناسب نہ تھا اور ایسے علم مستور کو ظاہر کرتا ہے جس کا اعلان لائق نہ تھا تو دنیا میں اسکو یہ سزا دیجاتی ہے کہ لوگ اُس سے بدگمان ہو جاتے ہیں اور کبھی اُس سے بھی سخت سزا ہوتی ہے (مثلاً حجاب حائل ہو جانا)

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایسے اسرار و علوم جنکا افشا و اظہار ممنوع ہے ان کی تعیین اسطرح ہو سکتی ہے کہ اُنکے اظہار سے قلب میں ایک تنگی اور کھٹک ہوتی ہے۔ اور یہ صورت علوم معاملہ جو عامۂ مسلمین سے متعلق ہیں اُنمیں نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ علوم تو وضع اسی لئے کئے گئے ہیں کہ لوگوں کو پہنچائے جائیں اور انکا اتباع کیا جاوے (بلکہ علوم مکاشفہ و اسرار و حقائق میں ایسی صورتیں ہوتی ہیں۔)

منتہی بھی تربیت سے مستغنی نہیں ہوتا اگرچہ وہ تربیت غیبی حضرۃ حق کیطرف سے ہو

فرمایا کہ شیخ و مصلح اپنے درجہ سے مافوق کی تربیت کا اس سے زیادہ محتاج ہے کہ مرید اپنے شیخ کا محتاج ہوتا ہے۔

مرید اپنے شیخ سے بقدر محبت نفع حاصل کرتا ہے | فرمایا کہ مریدین کے قلوب پر انوار کی بارش کا ذریعہ مرید کی صدق محبت ہے (یعنی جس قدر زیادہ مخلصانہ محبت شیخ سے ہوگی اُسی قدر انوار و برکات زیادہ ہوں گے۔

عارف کا خادم ہونا اور خلق کا تابع عارف ہونا | فرمایا کہ عارف دنیا میں دوسروں کے لئے ہے اپنے لئے نہیں۔ اور دوسرے لوگ اُس کیلئے ہیں دوسروں کیلئے نہیں۔ (یعنی حق تعالیٰ اُسکے قلب میں خدمت خلق کا داعیہ پیدا فرما دیتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اُنہی کی فکر میں رہتا ہے اور ادھر مخلوق کے قلوب میں اس کی خدمت اور

اتباع کا داعیہ پیدا فرما دیتے ہیں۔)

توجہ الی اللہ اور توجہ الی الخلق کے آثار و علامات | فرماتے تھے کہ جب بندہ اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کیطرف متوجہ کرتا ہے تو قلب مجتمع ہو جاتا ہے تشتت و پریشانی جاتی رہتی ہے اور جب مخلوق کی طرف توجہ کرتا ہے تو قلب منتشر ہو جاتا ہے۔ (پریشانی و تشتت پیدا ہو جاتا ہے۔)

اپنے سے کم درجہ لوگوں کی تربیت کا طریقہ | فرمایا کہ عارف کیلئے لازم ہے کہ اپنی ہمت کے درجہ علیا سے مرید کے درجہ کیطرف تنزل کرے تاکہ اسکی تربیت کر سکے (یعنی شیخ کے حالات اپنے سے قریب دیکھے گا تو اس کو اُنکے حصول کی طمع ہو گی اور کوشش کریگا اور اگر بلند بہت دیکھا تو مایوس ہو کر رہ جائیگا۔ نیز چونکہ نفع کی شرط مناسبت ہے اور مرید اس کے عالی مقام سے بعید ہے اس لئے مناسبت کی صورت یہ ہے کہ خود اپنے درجہ سے تنزّل کر کے تربیت کرے جیسے منتہیٔ عالم میزان پڑھاوے تو تقریر میں میزان والیکی استعداد کا لحاظ رکھے۔

بعض وہ لوگ جو صاحب کرامت نہیں اصحاب کرامت سے افضل ہیں

فرمایا کہ بعض اوقات ایک عارف آدمی اپنی کشتی میں سوار ہوتا ہے اور دوسرے اصحاب کرامت اولیاء اللہ اُسکے گرد پانی پر بذریعہ کرامت پیادہ چلتے ہوتے ہیں۔ یہ سب اُس عارف سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کا حال یہ ہے کہ اگر وہ ان کیساتھ دریا میں اُتر جاوے تو غرق ہو جاوے (کیونکہ وہ صاحب کرامت نہیں ہے۔)

کسی حال پہ قناعت نہ کرنا ترقی اور قناعت کر لینا تنزّل | فرمایا کہ

حقیقت طریق کی یہ ہے کہ تم ہمیشہ مفلس رہو (یعنی غیر حاصل شدہ درجات متوقعہ کے اعتبار سے) اور یہ کہ تم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے طالب رہو۔ اور جب تم نے یہ خیال کر لیا کہ مجھے وصول ہو گیا تو سمجھ لو کہ وصول نہیں ہوا۔

اور جب تمہارا یہ گمان ہو کہ میں کامیاب ہو گیا تو سمجھ لو کہ کامیاب نہیں۔
اور جب یہ گمان ہو کہ تمنے کوئی حال پیدا کر لیا ہے تو سمجھ لو کہ تمہیں کوئی حال حاصل نہیں۔

از حضرت شیخ محمد بن عبد الجبار نفریؒ

یہ بزرگ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ سے متقدم ہیں

حق تعالیٰ کے شدتِ غضب کی علامت | ارشاد فرمایا کہ جو گناہ حق تعالیٰ کے (زیادہ) غضب کا سبب ہوتا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ اس کے بعد اُس کی رغبت دنیا کی طرف بڑھ جاتی ہے۔ اور جس کی رغبت دنیا کی طرف بڑھ گئی تو اُس کے لئے کفر کا دروازہ کھل گیا۔ کیونکہ (رغبتِ دنیا سبب ہے اکثر معاصی کا) اور معاصی قاصد ہیں کفر کے۔ تو جو شخص اس دروازہ میں داخل ہو گا تو وہ جسقدر اُس میں آگے بڑھے گا اُسی قدر کفر کا حصّہ لیتا رہے گا۔

طبقات کبریٰ جلد اول کا انتخاب ختم ہوا

فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

انتخاب جلد ثانی از طبقات کبریٰ

از حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ متوفی ۶۵۶ھ

کشف والہام کا حجت نہ ہونا ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا کشف کتاب وسنّت کے خلاف ہو تو کتاب وسنت کا اتباع کرو اور کشف کو چھوڑ دو اور اپنے نفس سے کہدو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اسکی ذمہ داری کرلی ہے۔ کہ کتاب وسنۃ (یعنی قرآن وحدیث) کے اتباع میں گمراہی سے محفوظ رہوں گا۔ اسکی ذمہ داری نہیں فرمائی کہ کشف والہام یا مشاہدہ کے اتباع میں بھی مجھے محفوظ رکھا جائے گا۔

استغفار کی فضیلت ارشاد فرماتے تھے کہ گناہوں کیوجہ سے بلائیں انسان پر آتی ہیں اُن سے بچنے کیلئے سب سے زیادہ محفوظ قلعہ استغفار ہے۔

قبض باطنی کے اسباب اور اسکا علاج اور اس پر صبر آپ فرماتے تھے کہ قبض کے تین سبب ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا دوسرے یہ کہ کوئی دنیوی نعمت تم سے جاتی رہی تیسرے یہ کہ کوئی شخص تمہارے نفس یا آبرو کے متعلق تمہیں ایذا پہنچاتا ہو (ان وجوہ سے قبض طاری ہوجاتا ہے۔) پس اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو (علاج اُس کا یہ ہے کہ) استغفار کرو۔ اور اگر تمہاری کوئی دنیوی نعمت زائل ہوگئی ہے تو اپنے رب کیطرف رجوع کرو (یعنی اُس سے دعا مانگو وہ تمہیں اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا۔) اور اگر کسی نے تم پر ظلم کیا ہے تو صبر کرو اور اُس کو برداشت

کر دیہی تمہارے قبض کا علاج ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں قبض کے سبب پر مطلع نہیں فرمایا تو تقدیر الٰہی پر راضی ہو کر مطمئن اور ساکن ہو جاؤ کیونکہ یہ تقدیر تو جاری ہونے والی ہے۔

بغیر اتباع سنت کے سلوک کا ناقص ہونا | فرماتے تھے کہ درویش اگر پانچ وقت کی نماز با جماعت میں مداومت نہ کرے تو اُسکا کچھ اعتبار نہ کرو۔

خود بینی کا علاج اور حالت باطنی کی حفاظت | فرماتے تھے کہ اگر تم کو اپنی کوئی حالت ظاہری یا باطنی پسند ہو اور یہ خوف ہو کہ کہیں یہ حالت زائل نہ ہو جاوے تو یہ دُعا پڑھ لو، ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔

ف:۔ اس دعا کی برکت سے یہ حالت بھی محفوظ ہو جائے گی اور جب اس دعا کے معنیٰ کا استحضار ہو گا تو خود بینی بھی پیدا نہ ہو گی۔ کیونکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ جو حالت حاصل ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے مشیت وارادہ سے ہے بغیر اس کی امداد کے ہمیں کسی چیز پر قدرت نہیں پھر ہم ناز کیا کریں۔

طریق تصوف میں رفیق کا شرط ہونا | فرماتے تھے کہ عالم کا سلوک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کسی رفیق صالح یا شیخ ناصح کی صحبت میں نہ رہے۔

جماعت مسلمین کیساتھ رہنا اور اُن کے حقوق پہچاننا | فرماتے تھے کہ مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو اگرچہ وہ گنہگار فاسق ہوں اور ان پر تعزیرات بھی جاری کرو (یعنی ساتھ رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اُن کے فسق و فجور میں شرکت یا سکوت کرو) اور اُن سے چند روز کے لئے قطع تعلق بھی کرو تو بہ نیت رحمت و شفقت نہ بہ نیت تعزیہ و سزا۔

طلب کرامات کی مذمت اور یہ کہ سب سے بڑی کرامت کیا ہے

ارشاد فرمایا کہ کرامات اُس شخص کو نہیں دی جاتیں جو خود اُن کو طلب کرے یا جس کے دل میں اُن کا خطرہ بھی پیدا ہو یا وہ شخص جو اُنہی کی طلب کیلئے عمل کرتا ہو۔ بلکہ کرامات اُس شخص کو عطا ہوتی ہیں جو اپنے نفس اور اپنے عمل کو کچھ نہ سمجھے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں لگا رہے۔ اُس کے فضل پر اُس کی نظر ہو اپنے نفس اور اپنے عمل سے مایوس ہو۔

اور فرماتے تھے کہ کوئی کرامت ایمان اور اتباعِ سنت سے بڑی نہیں۔ جس شخص کو یہ کرامت حاصل ہو اور پھر بھی وہ دوسری کرامتوں کا مشتاق ہو، وہ بندہ افترا پرداز اور جھوٹا ہے۔ ایمان و اتباع پر ادنیٰ چیزوں کو ترجیح دیتا ہے۔ یا علم صحیح کے سمجھنے میں غلطی کرنیوالا ہے (کہ غلط عقیدہ میں مبتلا ہے) اور اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو بادشاہ نے اپنی حضوری کا اعزاز دیا ہو اور پھر وہ (شاہی) سائیس بننے کا اشتیاق ظاہر کرے۔

انتقام کا ارادہ کرنا طریق کے خلاف ہے | فرمایا کہ ولی میں یہ بھی ایک مخفی شہوتِ نفسانی ہے کہ وہ اِس کا ارادہ کرے کہ مجھے ظالم پر نصرت حاصل ہو۔

عارف جائز لذتوں سے منقبض نہیں ہوتا | فرماتے تھے کہ عارف باللہ کو نفس کی لذتیں منغص و مکدر نہیں کرتیں اسلئے کہ وہ (ہر وقت) اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے اُس چیز میں بھی جسکو لیتا ہے اور اس میں بھی جس کو چھوڑتا ہے، مگر یہ کہ وہ لذات گناہ ہوں۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بخلاف زاہد کے کہ وہ جائز لذتوں سے بھی مکدر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی نظر بالذات احوال

نفس اور اُسکے علاج کیطرف ہے اگرچہ مقصود اس علاج سے اللہ تعالیٰ ہی کا قرب ہو۔

تکثیرِ مریدین کی حرص کا مذموم ہونا | فرماتے تھے کہ ایک مرید جو تمہارے اسرار و حقائق سمجھنے کی صلاحیت رکھے ایسے ہزاروں مریدوں سے اچھا ہے جو اس کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

اہل اللہ پر اعتراض کرنے کی سزا | فرماتے تھے کہ جو شخص کاملین کے احوال پر اعتراض کرتا ہے۔ ضروری ہے کہ وہ اپنی موت (معروف) سے پہلے تین قسم کی موت کا مزا چکھے۔ ایک موت ذلت (یعنی عزت و جاہ کا فنا ہونا) اور دوسری موت فقر و محتاجی۔ اور تیسری موت لوگوں کا محتاج ہونا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ کوئی اُس پر رحم نہ کرے۔

از شیخ احمد ابو العباس مرعشیؒ متوفی ۶۸۶ھ

جسکو صالح مریدین حاصل ہوں وہ تصنیفِ کتب سے مستغنی ہے

فرماتے تھے کہ میری کتابیں میرے مُرید ہیں۔

تمام ارادوں کا فنا کر دینا | فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص شہرت کو پسند کرتا ہے وہ شہرت کا بندہ ہے اور جو خمول و گمنامی کو پسند کرتا ہے وہ گمنامی کا بندہ ہے اور جو اللہ کا بندہ ہے اس کے نزدیک دونوں حال برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو مشہور فرما دیں یا گمنام رکھیں۔

طریق باطن کی برکت علم ظاہر میں | فرمایا کہ جو شخص بزرگوں کی صحبت میں رہتا ہے اور علم ظاہر کا عالِم ہے تو اس کا علم اس صحبت سے اور بھی زیادہ

روشن ہو جاتا ہے۔

شیخ کا مرید کے دل میں ہونا اس کیلئے اس سے زیادہ نافع ہے کہ مرید شیخ کے دل میں ہو فرمایا کہ تم شیخ سے یہ مطالبہ نہ کرو کہ تم اس کے دل میں رہو بلکہ اپنے دل سے اس کا مطالبہ کرو کہ شیخ اُس میں رہے۔ تو جسقدر تم اُسکو اپنے دلمیں رکھو گے اُسی قدر شیخ تمہیں اپنے دلمیں جگہ دے گا۔

حب دنیا کی علامت فرماتے تھے کہ حب دنیا کی علامت یہ ہے کہ لوگوں کی مذمت سے ڈرے اور اُن کی مدح وثناء کی محبت رکھے۔ کیونکہ اگر یہ زاہد ہوتا تو نہ اُس سے ڈرتا نہ اُس کی محبت کرتا۔

عارف کا لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے پر مضطر ہونا فرمایا کرتے تھے کہ بخدا میں نے لوگوں کیساتھ بیٹھنا اس وقت شروع نہیں کیا جب تک مجھے محرومی سے نہیں ڈرایا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ اگر تم لوگوں کیساتھ (بغرض افادہ) مجلس نہ کرو گے تو جو دولت باطن ہم نے تمہیں عطا کی ہے سلب کر لیجاوے گی۔ حضرت دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہر عارف کا یہی حال ہے کہ اگر وہ افادہ نہ کرے تو منجانب اللہ اس کو فیض نہیں پہنچتا۔

مرید کو خود رائی سے نکالنا چاہیئے اگرچہ اوراد ہی کے بارے میں ہو

آپ کی عادت تھی کہ اگر کسی مرید کو دیکھتے کہ اُس نے کچھ اوراد و معمولات اپنی رائے اور خواہش سے خود شروع کر دیے تو اُن کو چھوڑوا دیتے تھے۔

لوگوں کیساتھ وہ معاملہ کرنا جو اُن کا حق تعالیٰ کے ساتھ ہو آپ کی عادت تھی کہ آنیوالے لوگوں کی تعظیم اُسی قدر کرتے تھے جسقدر اُسکا درجہ اللہ تعالیٰ

کے نزدیک سمجھتے تھے۔ کیونکہ اس کے طرز سے یہ محسوس کر لیتے تھے کہ اپنی عبادت پر اُس کی نظر ہے۔ اور (بعض مرتبہ) کوئی گنہگار آتا تو اُس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے، جبکہ یہ معلوم ہوتا کہ ذلت و تواضع کیساتھ آیا ہے۔

شیخ و مرید کے باہمی معاملہ کا تعلق | فرماتے تھے کہ مشائخ کیلئے تو مناسب یہ ہے کہ مریدین کے حالات کی خبر رکھیں اور مریدین کے لئے بھی یہ جائز ہے کہ شیخ سے اپنے تمام باطنی احوال ذکر کر دیں۔ کیونکہ شیخ مثل طبیب کے ہے اور مرید کی حالت مثل ستر کے ہے اور طبیب کے سامنے بضرورت علاج ستر کھولنا بھی پڑتا ہے اور درحقیقت جو مرید اپنے کسی حال کو شیخ سے پوشیدہ رکھے وہ اس سے اجنبی ہے۔ اس کے ساتھ متحد نہیں ہوا۔

حق تعالیٰ سے خوف اور اسکی محبت کا کیا درجہ رہنا چاہیئے | اپنے شیخ کا مقولہ نقل فرماتے تھے کہ جب تم سے کوئی یہ پوچھے کہ تمہیں حق تعالیٰ کا خوف ہے یا نہیں، تو کہدو کہ ہے مگر جتنا اللہ تعالیٰ نے میرے اندر پیدا فرما دیا ہے اُسی قدر ہے) اسی طرح اگر محبت کے متعلق سوال کیا جاوے تب بھی یہی جواب دو کیونکہ اگر صرف اتنا کہو کہ ہے تو اس میں ایک دعویٰ ہے۔ اور اگر کہو کہ نہیں تو ادب کے خلاف اور ناشکری ہے۔ اور جو شخص مذکورہ طریق پہ چلے اُس کا امتحان نہ کیا جاوے گا۔ کیونکہ اُس نے اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ کیا ہے نہ کہ اپنے نفس پر۔

دربارہ خوف و رجا، عوام و خواص کی شان میں فرق | فرماتے تھے کہ عوام کی حالت تو یہ ہے کہ اُن کو خوف دلایا جاوے تو ڈرنے لگتے ہیں اور امید و راحت دلائی جاوے تو اُمید کرنے اور خوش ہونے لگتے ہیں۔

اور خواص کی شان (اس کے برعکس) یہ ہے کہ جب ان کو خوف دلایا جاوے تو امیدوار ہوتے ہیں اور جب امید دلائی جاوے تو ڈرتے ہیں۔ حضرۃ مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ راز اس میں یہ ہے کہ بوقت خوف ان کے دل سے رجار غائب نہیں ہوتی اور بوقت رجار خوف غائب نہیں ہوتا۔ بخلاف عوام کے (کہ ان کے ذہن میں دوسری جانب نہیں رہتی۔)

از حضرت علی بن محمدؒ متوفی ۸۰۱ھ

خوف کیساتھ بے عملی بہتر ہے اس عمل سے جس کیساتھ دعویٰ ہو فرمایا کہ وہ نماز جس کا نتیجہ ہو کہ بزرگی اور مقبولیت کا دعویٰ (دل یا زبان پر آنے لگے وہ رعونت و حماقت ہے اور وہ نیند جس کا نتیجہ خوف ہو وہ دین میں مددگار ہے

فقہا کی ضرورت اور صوفیہ کی حاجت میں فرق فرمایا کہ علمار ظاہر جب تم سے پوچھیں کہ تم نے صوفیائے کرام سے کیا فائدہ حاصل کیا تو کہو کہ جو اقوال احکام دین کے متعلق آپ حضرات سے سیکھے تھے اُن پر اچھی طرح عمل کرنا اُنسے سیکھا ہے۔ حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ کوئی شخص علماء ظاہر سے عملی کمال بھی حاصل نہ کرے جب بھی اسکو یہ درست نہیں کہ علمار و فقہا کی ضرورت کی نفی کرے (کیونکہ حسن عمل سے پہلے علم صحیح کی ضرورت ہے اور وہ انہی حضرات سے حاصل ہوتا ہے۔)

عادات کے آثار و احکام اور عبادات کے آثار و احکام فرمایا کہ جو شخص اپنے اخلاق کا مالک ہوگیا (یعنی اُن پر قابو پالیا اس نے اپنے حصّہ کو اپنا غلام

بنالیا اور جس کے اخلاق اُس کے مالک ہو گئے (یعنی مغلوب الاخلاق ہو گیا)
وہ اپنے حصہ سے محجوب ومحروم ہو گیا۔)
ف۔ مراد یہ معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم) کہ جس شخص نے اخلاق پر قابو پالیا
وہ ہر خُلق کا اور ہر حال کا پورا حق ادا کرے گا۔ اور جس پر اخلاق غالب آگئے
وہ ممکن ہے کہ ایک خلق یا ایک حال سے مغلوب ہو کر دوسرے اخلاق واحوال
کی رعایت نہ کر سکے اسی لئے پہلا شخص اس طریق میں اکمل حصہ کا مالک ہے،
بخلاف دوسرے شخص کے۔ اور فرمایا کہ عادت وہ ہے جس میں نفس کی لذت
ہو اور عبادت وہ ہے جو محض حق تعالیٰ کے لئے ہو، جیسے تمام عبادات نماز
روزہ اور سونا کھڑا ہونا اور کھانا وغیرہ کہ عارف کے نزدیک عبادات ہیں۔
اور فرمایا کہ جس شخص کی عادات اس کی مالک ہو گئیں اُس کی عبادات فاسد ہو
گئیں۔ اور جس شخص کو عادات سے آزادی مل گئی وہ عارف ہے یا مشاہدہ کرنیوالا ہے۔

از حضرت شیخ ابوالمواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ

منقول ہے کہ آپ نے ۸۲۵ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
کی (اس سے ان کا زمانہ معلوم ہوا۔)

ریاکار کی علامت | فرماتے تھے کہ ریاکار کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی عیب
اس کی طرف منسوب کیا جاوے تو اپنے نفس کیطرف سے جوابدہی کرنے لگے۔
اور جب دوسرے بزرگوں کا تذکرہ اُس کے سامنے کیا جاوے تو اُنکی تنقیص کرے۔

خلوت نشینی کی شرط | فرماتے تھے کہ ہمارے علماء کا ارشاد ہے کہ خلوۃ نشینی

اُس شخص کیلیے مناسب ہے کہ تفقہ فی الدین کرچکا ہو (یعنی علم شریعت میں ماہر ہو)

مشائخ پر بعض لوگوں کی خدمت کے ثقیل ہونے اور بعض کے ثقیل نہ ہونے کا سبب | فرمایا کرتے تھے کہ مشائخ پر کسی درویش کی خدمت (بدنی یا مالی) ثقیل و ناگوار نہیں ہوتی، بجز اس کے کہ اس کے قلب میں کوئی مرض ہو جس کو اُس نے بزرگوں سے چھپایا ہو۔ چنانچہ بعض دفعہ کہہ بھی دیتے ہیں کہ تم ہمارا کام مت کرو۔

خواب پر مغرور نہ ہونا | فرمایا کہ جب تم خواب میں کوئی بشارت دیکھو تو اپنے نفس سے راضی مت ہو جب تک تمہیں یہ یقین نہ ہو جاوے کہ حق تعالیٰ اُس سے راضی ہے۔ (اور ظاہر ہے کہ خواب سے اُس کو رضا کا یقین نہیں ہو سکتا۔

از حضرت شیخ سلیمانؒ زاہد رحمۃ اللہ علیہ

مرید کے صدق و اخلاص کا امتحان | آپ کی عادت تھی کہ بیعت سے پہلے سال بھر تک یا اس سے بھی زیادہ مرید کا امتحان کرتے تھے۔

مرید سے انتظاماً ترکِ تعلق کر دینا | آپ کی عادت تھی کہ بعض مرتبہ مرید سے قطع تعلق کر دیتے تھے اور بعض مریدوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ (اُنکے پاس نہ آئے بلکہ) وضو خانہ میں رہا کرے۔ چنانچہ مرید اس کی تعمیل کرتے تھے۔

از حضرت شیخ شمس الدین حنفی متوفی[۱] ...ھ

درویشوں کا قلب مکدر کرنیکا انجامِ بد | فرماتے تھے کہ درویشوں کے پاس کوئی لاٹھی نہیں جس سے بے ادبی کرنیوالوں کو مارا کریں۔ بلکہ اُن کیطرف سے

---

[۱] آپ کی وفات ...ھ کے چند سال بعد ہوئی ہے۔

سزا یہی ہے کہ اُن کا قلب (بے ادبی کرنیوالے کی طرف سے) مکدّر ہو جاتا ہے جو اُس کے لئے دینی و دنیاوی بربادی کا سبب ہو جاتا ہے۔

از حضرت شیخ مدین بن احمد اشمونی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت باطنی سیدی احمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر ہوئی اور انتہائی حضرت سیدی شیخ محمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر۔ (اور ان دونوں بزرگوں کا تذکرہ ابھی گذر چکا ہے)

بعض دقیق معاملات کیوجہ سے نکال دینے کی سزا | آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی مرید کو دیکھتے تھے کہ حلقہ ذکر میں حاضر نہیں ہوتا تو اس کو نکال دیتے تھے اور اپنے پاس نہ رہنے دیتے تھے۔ چنانچہ ایک روز آپ نے ایک درویش سے فرمایا کہ اے عزیز تم حلقہ میں کیوں حاضر نہیں ہوتے۔ اُس نے عرض کیا کہ حاضری کی ضرورت تو اُس شخص کے لئے ہے جس میں کوئی کسل اور سستی ہو تاکہ حاضری حلقہ سے اس کو قوت پیدا ہو جاوے۔ اور الحمد للہ کہ مجھ میں کسل نہیں۔ شیخ نے اس کو نکال دیا اور فرمایا کہ اس قسم کا آدمی تو ساری جماعت کو تباہ کر دے گا۔ کیونکہ ہر شخص یہی دعویٰ کرنے لگے گا۔ جس سے خلوت گاہ (خانقاہ) کا نظام مختل ہو جاوے گا۔

ان ہی کی دوسری حکایت | ایک درویش ایک روز خانقاہ سے باہر نکلا۔ ایک شخص کیساتھ شراب کی ایک ٹھلیہ دیکھی اس کو توڑ ڈالا۔ شیخ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس کو خانقاہ سے نکال دیا اور فرمایا کہ میں نے اس وجہ سے اس کو

نہیں نکالا کہ اُس نے ایک مُنکر (یعنی معصیت) کا ازالہ کیا۔ بلکہ اس لئے کہ اس نے اپنی نگاہ کو اتنا آزاد کیوں چھوڑا کہ وہ اس معصیت کو دیکھ سکا۔ کیونکہ درویش کا کام یہ ہے کہ اُس کی نگاہ اُس کے موضع قدم سے تجاوز نہ کرے۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ غالباً شیخ نے اس مرید کو اس کا حکم کیا ہوگا کہ نظر بر قدم کا اہتمام رکھے اسی لئے اس کا اہتمام چھوڑ دینے پر تنبیہ فرمائی۔ اس توجیہ سے یہ اشکال بھی رفع ہو گیا کہ دفعتاً بلا ارادہ کسی معصیت پر نظر پڑ جانا نہ تو اختیار میں ہے اور نہ شرعاً اس پر کوئی ملامت کی جا سکتی ہے۔ تو شیخ نے اس پر سزا کیوں کی۔

ف۔ ہمارے زمانے میں چونکہ دین کے ہر شعبے میں عموماً اور سلوک و تصوّف میں خصوصاً سلف صالحین کے طرزِ عمل کو لوگوں نے بالکل بھلا دیا ہے۔ اب جو کوئی خدا کا بندہ اُس پر عمل کرتا ہے تو ایک نئی چیز سمجھی جاتی ہے اور ناواقف لوگ اعتراض و انکار کے درپے ہو جاتے ہیں۔ الحمد للہ کہ خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون میں اب بھی حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کی نیت اپنی بزرگوں کے نقش پر رہے جس کو دیکھ کر بلیاختہ زبان پر آتا ہے ؎

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است
خم و خم خانہ با مہر و نشاں است

از حضرت شیخ علی بن شہاب متوفی ۶۹۱ھ

خوف و خشیت اور اپنے نفس کا محاسبہ کثرتِ اعمال سے بہتر ہے | فرماتے تھے کہ بندہ کی مجھ کو کثرتِ عبادت زیادہ پسند نہیں بلکہ مجھے زیادہ پسند یہ ہے

کہ وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرے اور اپنے نفس پر نکتہ چینی (محاسبہ) کرتا ہے۔
امام شعرانی رحمۃ اللہ صاحب طبقات کبریٰ فرماتے ہیں کہ نوی صدی ہجری کے جن بزرگوں کا تذکرہ لکھنا مقصود تھا وہ اس جگہ ختم ہو گیا اور بہت سی جماعتوں کا ذکر ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ہم نے اس کتاب کو صرف اہل طریق کے احوال بیان کرنے کیلئے وضع کیا ہے اسی لئے ہم نے اس کتاب میں اکثر صرف ایسے ہی بزرگوں کا حال بیان کیا ہے جو اس طریق میں کلام کرنے کا حق رکھتے تھے یا اُن کے ایسے افعال تھے جن کو دیکھ کر مریدین کو عمل میں نشاط اور ہمت پیدا ہو۔ یہی طریقہ ہے مشائخ کی اقتدار و اتباع کا۔ لیکن کرامات اور اعمال صالحہ کے نتائج و ثمرات سو اُسمیں غور و فکر کرنیکا محل یہ دنیا نہیں ہے بلکہ اس کا محل عالم آخرت ہے۔
ف۔ کیونکہ مدار اس دنیا میں اعمال پر ہے نہ کہ نتائج اعمال پر اور نتائج و ثمرات کی جگہ بھی اس میں دار آخرت ہی ہے۔
اس کے بعد امام شعرانی رحمۃ اللہ نے اپنے ایسے بزرگوں کا تذکرہ لکھا ہے جن سے اُن کی ملاقات دسویں صدی ہجری میں ہوئی ہے۔ اور اُن میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جن کا کلام کتب تصوف میں ذکر نہیں کیا گیا۔ بجز شاذ و نادر کلمات کے اور بمناسبت کتاب ہم بھی اُس کا ذکر کرتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے مجذوب ہیں جن کی اقتدار نہیں کی جاسکتی۔ اسی لئے میں نے (یعنی حضرت حکیم الامت مدظلہم مصنف رسالہ نے) اُن کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ مگر حضرت علی خواص رحمۃ اللہ جو شعرانی کے سب سے بڑے شیخ ہیں۔ کیونکہ شعرانی رحمۃ اللہ نے طریق میں اُن کے کلمات طیبہ کا ایک خاص ذخیرہ نقل فرمایا ہے اسلئے میں نے اس کو نقل کیا اور زیادتی فائدہ

کیلئے بمناسبت موضوعِ کتاب اُن کے دوسرے اقوال بھی شعرانی رہ کے دو مستقل رسالوں سے نقل کر کے اُن کے ساتھ ملا دئے۔ ایک رسالہ کا نام دار الغواص اور دوسرے کا کتاب الجواہر والدرر ہے

۰اور اب میں مقصود کو (یعنی مذکور الصدر مشائخ اور علی خواص رح کے حالات و مقالات کو شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی فیض اور جود و کرم کا مالک ہے۔ اور یہ مقصود تین چیزوں پر مشتمل ہے۔

اوّل۔ جو سب سے پہلے ہے وہ اقوال متفرقہ ہیں۔ جو دسویں صدی ہجری کے مشائخ سے منقول ہیں۔

دوم۔ حضرت علی خواص رح کے اقوال جو طبقاتِ کبریٰ سے نقل کئے گئے ہیں۔

سوم۔ علی خواص رح کے وہ اقوال جو شعرانی رح کے مذکور الصدر دونوں رسالوں سے لئے گئے ہیں۔

اور چونکہ ممدوح کے اقوال کا ایک معتدبہ حصہ جمع ہو گیا اس لئے اُن کا ایک مستقل نام مقالات الخواص فی مقامات الاخلاص تجویز کیا گیا۔ (تا کہ اُن کو علیحدہ بھی رسالہ کی صورت میں کوئی شائع کرنا چاہے تو کر سکے۔)

اب اس مقصد کو شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی کی قوت و مدد کے بھروسہ پر اس میدان میں قدم رکھتا ہوں۔

دسویں صدی ہجری کے بعض مشائخ کے اقوال متفرقہ

از حضرت محمد مغربی شاذلی"

جن کی وفات ۹۱۰ھ کے کچھ بعد ہوئی ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری دیکھنے کی حقیقت

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری دیکھنے سے قلب کی بیداری مراد ہوئی۔ حواس جسمانیہ کی بیداری مراد نہیں۔ پھر اس دعوی پر دلیل ذکر کر کے فرمایا ہے کہ یہی بات حق صریح ہے۔

ترجمہ رسالہ

مقالات الخواص فی مقامات الاخلاص

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں مستحق ستائش (یعنی حق تعالیٰ) کی حمد کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو۔ اور مستحق درود و سلام (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام بھیجتا ہوں جو کبھی منقطع نہ ہو۔ اور حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ عرض ہے کہ حضرت علی خواص قدس اللہ سرہٗ کے اقوال و ملفوظات کثیرہ میں سے یہ ایک مختصر سا حصہ ہے جس میں

میں نے صرف اُن اقوال پر اختصار کیا ہے جن کو عوام کی عقلیں برداشت کر سکتی ہیں۔ اور ان کے بھی استیعاب واحاطہ کا ارادہ نہیں کیا اور یہ اقوال تین قسموں پر منقسم ہیں۔ قسم اوّل وہ اقوال جو طبقات کبریٰ شعرانی سے لیے گئے ہیں۔ قسم دوم وہ اقوال جو رسالہ دور غواص سے نقل کیے ہیں۔ قسم سوم وہ اقوال جو رسالہ الجواہر والدرر سے منقول ہیں اور بعض مقامات میں میں نے عبارت میں اختصار کر دیا ہے اور بعض جگہ بین القوسین چند کلمات وعبارات بغرض توضیح زیادہ کر دی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی سے ہر مقصد میں مدد مانگی جاتی ہے اور وہی انعام واکرام کا مالک ہے۔

قسم اوّل

زیارت کے آداب | حضرت خواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ زیارت کرنے والے کے آداب میں ہے کہ جس شخص کی زیارت کیلئے گیا ہے اس کو اپنے جانے کی وجہ سے حق تعالیٰ کی طرف سے مشغول وغافل نہ کرے۔ خواہ مشغول نہ کرنے کی صورت یہ ہو کہ جس کی زیارت کے لئے گئے ہیں اُس کا حال اسقدر قوی ہے کہ کوئی چیز اُس کیلئے شاغل ومانع نہیں ہوتی۔ یا یہ کہ ایسے وقت زیارۃ کیلئے جاویں جب وہ فارغ ہوں۔ امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ اسی پر اس کو بھی قیاس کیا جاوے کہ اُس کے ضروری پیشہ اور کاروبار میں بھی حارج نہ ہو۔ جس کے ذریعہ وہ اپنے آپ کو لوگوں کے سوال سے محفوظ رکھتا ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اسی پر بدرجہ اولیٰ اس کو بھی قیاس کیا جاتے

کہ اسکی علمی خدمت میں حارج نہ ہو جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو عذاب الٰہی سے بچاتا ہے۔
ارشاد۔ نیز فرماتے تھے کہ زیارت کرنیوالے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جبتک اس کو اپنے نفس پر یہ اطمینان نہ ہو کہ جس شخص کی زیارت کیلئے جاتا ہے اگر اس کے عیوب دیکھیگا تو پردہ پوشی کرے گا اس وقت تک کسی کی زیارت کو نہ جائے کیونکہ اس صورت میں ترک زیادہ بہتر ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس سے وہ عیب مستثنیٰ ہے جو لوگوں کے دین میں ضرر رساں ہو۔ کیونکہ ایسے عیب کا ظاہر کرنا واجب ہے۔

ہدیہ کے بعض دقیق آداب فرماتے تھے کہ کسی کو ابتداءً ہدیہ پیش مت کرو۔ بجز دو صورتوں کے، یا یہ کہ وہ فقیر و محتاج ہو، اور یا ہدیہ کا بدلہ دینے میں تکلف نہ کرتا ہو۔ کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کو ابتداءً ہدیہ دے جسکی عادت یہ ہے کہ وسعت ہو یا نہ ہو ہدیہ کا بدلہ دینے میں ضرور تکلف کرتا ہے تو یہ ہدیہ پیش کر کے اُس نے اُسکے حق میں بُرا کیا کہ اُسکو مکافات کی مشقت میں ڈال دیا۔ اور کتاب الجواہر میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ میں نے حضرت علی خواصؒ سے سوال کیا کہ اگر وہ شخص بطیب خاطر مکافات کرتا (یعنی ہدیہ کا بدلہ دیتا) ہے تو کیا حکم ہے۔ فرمایا ایسی صورتمیں مضائقہ نہیں۔ پھر میں نے سوال کیا کہ اگر یہ شخص فقیر ہو اور دعا سے مکافات کرتا ہو۔ فرمایا کہ ایسے ہی شخص کو تو ہدیہ دینا چاہیے کیونکہ اُس کے متکفل حق تعالیٰ ہیں وہ اس کی طرف سے مکافات فرماتے ہیں۔

توحید کے بعض آثار آپ فرماتے تھے کہ جب کسی بندہ کی توحید کامل ہو جاتی ہے تو اُس کیلئے اس کی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ مخلوق میں کسی ایک شخص کا بھی

سردار ہے کیونکہ وہ وجود صرف حق تعالیٰ ہی کا دیکھتا ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور خلفاء راشدین اور اُن کے امثال کی ریاست و سرداری (سے مغالطہ میں نہ پڑیں کیونکہ وہ محض) صورۃً ریاست تھی اور حقیقۃً محض انتظام تھا اور وہ بھی باجازت حق سبحانہ و تعالیٰ۔ اس لیے یہ ریاست توحید کو مکمل کرنے والی تھی۔

کمال احسان | آپ فرماتے تھے کہ مرد کا کمال یہ ہے کہ اپنے دشمنوں کے ساتھ اس طرح احسان کرے کہ اُن کو خبر بھی نہ ہو اور وہ اس احسان کا اقرار بھی نہ کریں اور اس کی طرف التفات بھی نہ کریں۔

سلب احوال سے متغیر و دل شکستہ نہ ہونا | فرماتے تھے کہ اُس شخص کی جو اپنے علم میں راسخ ہو علامت یہ ہے کہ سلب احوال کے وقت اس کی تمکین و اطمینان اور زیادہ بڑھ جاوے۔ کیونکہ اس کو حق تعالیٰ کی معیت نصیب ہے اُن حالات کے ساتھ جس کو حق تعالیٰ پسند فرمائے نہ یہ کہ اپنے نفس کی معیت مرضیات نفس کیساتھ۔ پس جو شخص اپنی حالت علم میں مثلاً لذت محسوس کرتا ہے وغیبت و حضور یعنی اس حال کے وجدان و فقدان کی دونوں حالتوں میں اپنے نفس کیساتھ ہے۔

اپنے احوال میں شیخ کی توجہ کے انتظار پر بس کرنے اور عمل میں کوشش نہ کرنے کا ضرر

فرماتے تھے کہ درویش اُس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اپنے شیخ سے اپنی تمام کلفتیں نہ اٹھالے۔ کیونکہ جو شخص اپنے بوجھ اپنے شیخ پر ڈالتا ہے وہ بے ادب ہے۔ اور علاوہ ازیں جب وہ اس کا عادی ہوجاوے گا تو نفس اُسی چیز کا خوگر ہوجائیگا کہ جو مشقت پیش آوے اس میں شیخ سے مدد لے

تو اُس کی استعداد ناقص ہو جاویگی. پس جب اُس کو کوئی صدمہ پہنچے گا تو اُس کی دیوار منہدم ہو جائے گی اور اُس کا شیخ اس کو درست نہیں کر سکے گا.

قسم دوم

مدح کرنے والے کیطرف مائل نہ ہونا | شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی خواص رح سے دریافت کیا کہ کیا میں اُس شخص کیطرف بطور فالِ نیک لینے کے متوجہ نہ ہوں جو میری مدح کرتا ہے. کیونکہ وہ مدح حق تعالیٰ کا ایک عنوان ہے. فرمایا، نہیں جو تمہاری مدح کرتا ہے اس کیطرف مائل مت ہو. کیونکہ اگر ایسا کروگے تو تمہارا نفس (مدح سننے سے) مانوس ہو جائے گا اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی اور وہ چیز جس سے تمہارا نفس مانوس ہوا اس کیوجہ سے تم (کاملین کے درجہ تک) پہنچنے سے پیچھے رہ جاؤ گے. نیز اُن آداب عبودیت کے ساتھ متخلق و متصف ہونے سے باز رہجاؤ گے جن کی نشان یہ ہے کہ تمہاری احتیاج دائمی اور پروردگار کا غنا، دائمی مستحضر رہے.

مواضع تہمت میں واقع ہونے کا ضرر | شعرانی رہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواص رح سے سوال کیا کہ مواضع تہمت میں داخل ہونا کیا کاملین کے لئے مضر ہوتا ہے. فرمایا ہاں. اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنے مریدین و متبعین کو تباہ کرتا ہے. حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ملامتیہ بنا بر تنفیر عوام کا طریقہ خلاف اصل ہے اور بعض بزرگوں سے جو یہ طریقہ منقول ہے وہ ایسا ہے جیسے دوا کیلئے کوئی زہر کھالے. نیز

جن لوگوں نے ایسا کیا ہے اُن کے اتباع و مریدین بھی نہیں تھے۔

نفس کے خرق عادت کیطرف مائل ہونیکی مضرت | فرمایا کہ میں نے حضرت خواص رح سے سوال کیا کہ خرق عادت کیطرف مائل ہونا کیسا ہے۔ فرمایا کہ بہت بے ادبی ہے کہ بندہ کو نعمت سے تو دلچسپی ہو اور منعم (نعمت دینے والے) سے نہ ہو۔ کیا تم ادنیٰ درجہ کی چیز یعنی نعمت سے بڑے درجہ کی چیز یعنی منعم کو بدلتے ہو۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ نعمت میں خوارق عادات بھی داخل ہیں (اس لئے اُن کی طرف مائل ہونا بڑے درجہ کی چیز کو چھوڑ کر چھوٹے درجہ کی چیز لینا ہے۔)

بلا توشہ کے حج کیلئے جانے کی مضرتیں | فرمایا کہ میں نے آپ سے سوال کیا کہ بعض مشائخ ہر سال بغیر زاد و راحلہ (سامانِ سفر) کے حج کرتے ہیں۔ کیا یہ محمود ہے۔ فرمایا کہ وہ شرعاً مذموم ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے حج فرض و نفل دونوں کے لئے استطاعت و قدرت شرط کی ہے تاکہ راستہ میں لوگوں کے احسانات نہ اٹھائے۔ اور جو شخص اس کو کھانا نہ کھلائے یا سواری پر سوار نہ کرے اُس کے بغض اور بُرا سمجھنے میں مبتلا نہ ہو۔ کیونکہ (ایسی حالت میں یہ امر عادۃً) لازمی ہے۔ اور وہ جو بعض سلف سے اس قسم کا سفر منقول ہے (سو اُس پر آجکل قیاس کرنا صحیح نہیں) کیونکہ اُن لوگوں نے کثرت سے مجاہدات کر کے نفس کو بھوک کا عادی بنا لیا تھا۔ یہاں تک کہ بعض لوگ چالیس روز یا اس سے بھی زیادہ نہ کھانے پر صبر کر سکتے تھے تو ان جیسے حضرات کے حال کو اُن کے لئے مسلّم رکھا جاوے گا (اس پر نکیر نہ کیا جاوے گا) اور جو شخص لوگوں کو تیز زبانی کیساتھ

طعنے دے تو اُس کا ایسا سفر حرام ہے۔

اپنے برے حالات کا شیخ سے پوشیدہ نہ رکھنا میں نے آپ سے دریافت کیا کہ خیالات وخطرات قبیحہ شہوانیہ وغیرہ جن کا اظہار عرفاً خلافِ حیا سمجھا جاتا ہے اگر وہ غالب ہوں تو کیا مرید کو چاہیئے کہ صراحۃً شیخ کے سامنے زبان سے اُن کو ظاہر کر دے یا (شیخ کے کشف کے بھروسہ پر) محض دل سے ذکر کرنا کافی سمجھے۔ فرمایا کہ شیخ کے سامنے زبان سے تصریح کر دینا اولیٰ ہے (جس میں وجوب بھی داخل ہے) کیونکہ مرید اور شیخ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔ کیونکہ شیخ اس کا طبیب ہے۔

اور شیخ کو اس کی تکلیف نہ دے کہ وہ مرید کا حال کشف سے معلوم کر لیا کرے۔ اسی رنگ پر گذرے ہیں۔ مشائخ سلف یہاں تک کہ مرید کے عیوب اگر کسی پر منکشف ہو جائیں تو سلف نے اس کو کشف شیطانی قرار دیا ہے جس سے وہ توبہ واستغفار کرتے تھے۔ اور حضرت خواص سے ایک دوسرے مقام پر منقول ہے کہ بندہ کیساتھ حق تعالیٰ کے مکر (استدراج) کی ایک یہ بھی علامۃ ہے کہ اس پر بندوں کے وہ عیوب ومعاصی منکشف ہونے لگیں جن کو وہ بند گھروں کے اندر پردہ میں کرتے ہیں جس کیوجہ سے اُس کے سامنے اُن کی پردہ دری ہو۔ اور یہ کشف تو صحیح ہوتا ہے مگر کشف شیطانی ہے جس سے توبہ واجب ہے (انتہی) اور جو مرید اپنے شیخ سے کوئی چیز چھپاتا ہے وہ اللہ اور اُس کے رسول اور اپنے شیخ سے خیانت کرتا ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں) کہ مراد اس سے وہ عیوب ومعاصی ہیں جنکا علاج دقیق اور مشکل ہو

کہ خود اُنکا علاج نہیں کر سکتا۔ وہ معاصی مراد نہیں جن کا علاج واضح اور ظاہر ہو۔

بذریعہ تصرف دشمن سے انتقام لینا شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے علی خواصؒ سے سوال کیا کہ عارف اگر صاحب تصرف ہو تو کیا اس کیلئے جائز ہے کہ تصرف کے ذریعہ ظالموں اور ایذا دینے والوں سے اپنے نفس یا اپنے اصحاب کی حمایت و حفاظت کرے۔ فرمایا ہاں جائز ہے۔ اگرچہ یہ ظلم و ایذا ایک ہی مرتبہ ہو۔ مگر اس میں قلتِ ادب ہے۔ (کیونکہ ادب کی بات یہ ہے کہ فاعلِ حقیقی کا مشاہدہ ہوتے ہوئے کوئی کام اُسوقت تک نہ کرے جبتک وہ اس کا مامور نہ ہو) پس یہ تصرف بحیثیت علم کے کمال ہے (یعنی بحیثیت دلیل اس میں کوئی نقص نہیں کیونکہ دلیلِ شرعی نے انتقام کی اجازت دی ہے۔ اسلئے اُس کے واسطے اُس کو اختیار کرنا بضرورت جائز ہے اور بہت سے آدمی ایسے ہی ہوتے ہیں جبتک ان کو انتقاماً تکلیف نہ پہنچائی جاوے وہ باز نہیں آتے (اور اس وقت میں اُس کا یہ فعل اس آیت کے عموم میں داخل ہو جائے گا، جس کا ترجمہ یہ ہے "اور جو شخص ظلم کے بعد بدلہ لے تو تو ایسے لوگوں پر (ملامت کی) کوئی راہ نہیں۔

مجذوبوں کے ساتھ معاملہ اولیاء اللہ کے ساتھ ادب کے متعلق کلام کرنے کے بعد فرمایا۔ لیکن مجذوب پس اُن کا سلام یہی ہے کہ اُن کو سلام نہ کرو (کیونکہ سلامت اُن سے علیحدہ رہنے میں ہے) اور اُن سے دعا کی درخواست نہ کرو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے لئے بد دعا کر دیں (مشاہدہ ہوا ہے) یا تمہارے پوشیدہ عیوب کھولدیں۔

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ اس بارے میں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔

دُعا کا بہ نسبت ترکِ دعا کے افضل ہونا اگرچہ یہ شخص قوی ہو فرمایا کہ بیں

نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کی دُعا مانگا کرو اور اس پر الحاح کرو اگرچہ تم تکلیف پر صبر کر سکتے ہو۔ کیونکہ حق تعالیٰ اپنے بندوں سے اس کو پسند فرماتے ہیں کہ وہ بلاؤں کے حملوں اور اللہ تعالیٰ کے غضب و مکر کے مقابلہ میں اپنے ضعف کا اظہار کریں۔ کیونکہ کوئی شخص قہر الٰہی کی مقاومت اور اُس پر صبر نہیں کر سکتا (حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس کے خلاف جو بعض بزرگوں سے منقول ہے وہ ایک حال (عارضی کیفیت) ہے مقام (ملکہ راسخہ اور قائمہ صفت) نہیں اور اہل مقام پر بعض اوقات کسی حال کا غلبہ ممکن نہیں۔

کمال کے لئے کرامت کا لازم نہ ہونا اور اس کی طلب کا دلیل بے کمالی ہونا

فرمایا کہ حضرت خواصؒ سے دریافت کیا کہ مرید اگر ظہور کرامت کا طالب ہو تو کیا یہ اُسکے اعمال (اور کمال) میں حارج ہے اور کیا کسی کرامت کا ظاہر نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ یہ شخص قوم کے طریق میں داخل نہیں ہوا۔ فرمایا کہ مرید کا طلب کرامت کرنا اُس کے اخلاص کے خلاف ہے۔ پھر کرامت کا ہونا اسکی دلیل بھی نہیں کہ اس کو قوم (صوفیہ) کے مقامات میں کوئی درجہ حاصل نہیں ہوا۔ اور توضیح اسکی یہ ہے کہ دنیا (مقصود) نتیجہ اور ثواب کی جگہ نہیں بلکہ وہ عمل اور محل عمل کی تیاری کی جگہ ہے۔ اسلئے مرید پر اس کے سوا کچھ واجب نہیں کہ اپنے نفس کو عمل کے لئے تیار کرتے رہے۔ نتائج سو وہ آگے دار آخرت میں آنے والے ہیں۔ پھر اسی مضمون کی طویل حدیث بیان فرمائی۔

عبادات میں نیت کا صحیح کرنا فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواصؒ کو

یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ذاکر کو چاہیئے کہ اس کا ذکر محض تعبد و بندگی کی نیت سے ہو کسی مقام کی طلب کے لئے نہ ہو

بدون عذر کے ایک طاعت کا ارادہ فسخ کر کے دوسری طاعت کا قصد کرنا مکروہ ہے

فرمایا کہ میں نے آپ سے سنا ہے کہ شیطان (بعض اوقات) بندہ سے اسی بات پر قناعت کرتا ہے کہ اُس کا ارادہ ایک طاعت سے توڑ کر دوسری طاعت میں مشغول کر دے۔ صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً اوّل بندہ کے دل میں ڈالتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرے کہ فلاں رات کو تمام شب نماز پڑھوں گا۔ پھر جب وہ رات آئی اور اُسنے نماز پڑھنا شروع کیا تو شیطان آتا ہے اور اُس کے دل میں ڈالتا ہے کہ ذکر کرنا بہ نسبت نماز کے بہتر ہے کہ ذکر میں جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے۔ یہ بندہ (اُس کے فریب میں آکر) نماز چھوڑ دیتا ہے اور ذکر کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے بندہ حق تعالیٰ سے عہد شکنی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ابلیس کی یہی مراد تھی۔

ف۔ کسی طاعت وعبادت کا معاہدہ اللہ تعالیٰ سے کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زبان سے کہے کہ فلاں روز مثلاً روزہ رکھوں گا۔ اس کو اصطلاح شرع میں نذر اور منت کہتے ہیں اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ زبان سے یہ الفاظ نہ کہے صرف دل میں عزم کرے۔ یہ اگرچہ نذر نہیں ہوئی جس کا پورا کرنا واجب ہو۔ لیکن یہ بھی فی الجملہ نذر کے مشابہ ہے اور اسی وجہ سے اہل باطن اس کی بھی پابندی کرتے ہیں جیسے نذر کی۔ اور روایات حدیث میں اس کی حجت موجود ہے کہ بعض اعمال فی نفسہا واجب نہ تھے۔ جب کسی

شخص نے اُن کی عادت ڈالنے کے بعد پھر چھوڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر نکیر فرمایا۔ ایک شخص جو نماز تہجد کا عادی ہے پھر چھوڑ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو اس پر وعید ذکر فرمائی۔

حضور مع اللہ اور حضور مع الخلق جمع نہیں ہو سکتے | فرمایا کہ میں نے حضرت خواص ؒ سے دریافت کیا کہ ذاکر کے لئے یہ ممکن ہے کہ لوگوں کیطرف متوجہ اور اُن سے بات چیت بھی کرتا رہے اور اُس کیساتھ ہی عالم باطن میں ایسا ہی حاضر رہے جیسے خلوت کے وقت رہتا ہے، فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود سید المرسلین ہونے کے جب آپ پر وحی آتی تھی تو حاضرین سے غائب (بے تعلق) ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وحی ختم ہو جاوے، اور یہ اُس وقت ہے کہ یہ وحی کا خطاب ایک فرشتہ کیساتھ خطاب ہوتا تھا۔ اس سے آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ اگر بلا واسطہ حضرت حق وجلّ وعلا کے ساتھ خطاب ہوتا تو کسقدر استغراق ہوتا۔ حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بہت سے آدمی اس میں دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ تسبیح گھماتے جاتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ باتیں بھی کرتے رہتے ہیں۔

مجذوب کا طریق سے واقف ہونا اور سالک کی معرفت اور مجذوب کی معرفت میں فرق | فرمایا میں نے حضرت خواص ؒ سے دریافت کیا کہ کیا مجذوب بھی سالک کی طرح طریق کی معرفت رکھتا ہے۔ فرمایا کہ مجذوب کے لئے اُن مقامات پر عبور ضروری ہے جو علامات طریق ہیں۔ مگر وہ اُن پر سرعت کے ساتھ گذر جاتا ہے بخلاف سالک کے کہ اس کو حق تعالیٰ اپنی حکمت و مشیت سے

موافق ہر مقام پر ایک حد تک ٹھہراتا ہے اسلئے تم یہ نہ سمجھو کہ مجذوب طریق کو نہیں جانتا۔
حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اسی فرق پر ایک دوسرا فرق بھی متفرع ہوتا ہے وہ یہ کہ سالک باختیار خود تربیتِ مریدین پر قدرت رکھتا ہے بخلاف مجذوب کے کہ وہ بغیر اجازت خاص کے تربیت کسی کی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تربیت کی شان یہ ہے کہ جب مرید کسی مقام پر قیام کرے تو یہ بھی اُس میں قیام کرے۔ پس ابوالوقت ہے (یعنی سالک اپنے حال پر غالب ہے) اور مجذوب ابن الوقت (یعنی مغلوب الحال ہے۔)

طریق کو مختصر کر کے پیش کرنے کی ترجیح | فرمایا کہ میں نے حضرت خواص ؒ سے دریافت کیا کہ شیخ کیلئے یہ اولیٰ ہے کہ مرید کے واسطے طریق کو مختصر کرے یا کہ اُسکو چھوڑ دے کہ اس طریق کے گلی کوچوں میں گھومتا رہے۔ فرمایا کہ مرید کیلئے طریق کو مختصر کرنا ہمارے نزدیک اولیٰ ہے۔ اور شیخ ابومدین مغربی کا یہی طرز تھا۔ کہ مریدین کیلئے مسافت قریب کرنیکی فکر کرتے تھے اور اُن کو منزلِ مقصود پر پہنچا دیتے تھے بغیر اسکے کہ ان کا ملکوت پر گذر ہو (یعنی مکاشفات کونیہ اور عالمِ ارواح و مثال وغیرہ کے سیر میں مشغول ہو) اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا نفس عجائبِ ملکوت پر فریفتہ ہو جاوے۔ پھر فرمایا کہ کیا آپ نے حضرت ابویزید بسطامیؒ کا اشارہ نہیں سنا جو ایک طویل قصہ کے بعد فرمایا تھا کہ میں نے عرض کیا کہ اے میرے مالک آپ کیطرف قریب ہونے کا طریق کیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اپنے نفس کو چھوڑ دو اور آجاؤ۔ پس حق تعالیٰ نے میرے لئے طریق کو ایک نہایت لطیف اور مختصر کلمہ کے ذریعہ مختصر فرما دیا۔

کیونکہ مرید جب اپنے نفس کو چھوڑ دے (خواہشاتِ نفسانی کو فنا کرے یعنی اُن کا تابع نہ بنے) تو حق تعالیٰ کی معیت اُس کو حاصل ہو جاتی ہے اور یہ سب سے زیادہ اقرب طرق ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہی بعینہٖ مسلک ہے ہمارے شیخ (شیخ العرب والعجم) حضرت حاجی امداد اللہ کا۔ حق تعالیٰ اُن کے ذریعہ ہماری مدد فرمائے۔ اور ترکِ نفس سے مراد فنا ہے اور فنا ہی خلاصہ ہے ہمارے شیخ کے طریق کا والحمد للہ۔ اور ہمارے شیخ اس مسلک کے مفید وراجح ہونے پر مبسوط و مفصل کلام فرماتے تھے اور عجیب عجیب مضامین ارشاد فرماتے تھے۔ احقر مترجم کہتا ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت بھی ہمارے شیخ بقیۃ السلف حجۃ الخلف حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مصنف رسالہ ٹھیک مامنین کے اس طریق پر عامل ہیں اور پہلے سے زیادہ اُس کو روشن و واضح فرما دیا ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

قسم سوم

بھوکے رہنے کی حدود فرمایا کہ میں نے حضرت خواص رحؒ سے سوال کیا کہ صوم وصال (یعنی روزہ پر روزہ رکھنا درمیان افطار نہ کرنا) جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ جو شخص یہ درجہ رکھتا ہو کہ سوتے ہوئے اسکو منجانب اللہ کھانا کھلا دیا جاتا ہو اور پانی پلا دیا جاتا ہو (یعنی بھوک اور پیاس کی تکلیف رفع کر دیجاتی ہو) بطورِ وراثت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے (کیونکہ آپ کے حالاتِ طیبات میں ایسا ہی مذکور ہے) تو ایسے شخص کیلئے صومِ وصال جائز ہے اور اُسکی ایک علامت ہے وہ یہ کہ یہ شخص اپنی قوت اور عقل اور مزاج میں کوئی ضعف محسوس نہ کرے۔ اور جب اس نے کوئی

ضعف محسوس کیا تو اس کے لئے صوم وصال جائز نہیں۔ اور یہ اسلئے کہ حق تعالےٰ ہماری دینی اور دنیوی مصلحتوں سے خوب واقف ہے اس نے روزے کے لئے فجر سے غروب آفتاب تک کا وقت محدود فرمایا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس سے زیادہ کرنے سے جسم میں ضعف پیدا ہو جائے گا جو دوسرے اہم کاموں سے اُس کو بیکار کر دے گا. جیسا کہ یہ حالت بکثرت ایسے لوگوں کو پیش آتی ہے جو بلا اقتدار کسی شیخ کامل کے کثرتِ عبادت و مجاہدہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

پھر میں نے عرض کیا کہ اگر صوم وصال استغراق حال یا کسی وارد قوی کیوجہ سے ہو جو اس کے اور کھانے کے درمیان حائل ہو گیا (یعنی کھانے سے مانع ہو گیا) فرمایا کہ ایسے شخص کے حال کو اُس کیلئے تسلیم کیا جائے گا (یعنی اس پر نکیر نہیں کیا جائے گا) کیونکہ بعض درویش ایسے بھی ہیں کہ وہ جب کھاتے ہیں تو بھوکے ہو جاتے ہیں بدن اُن کا ضعیف ہو جاتا ہے اور جب بھوکے رہتے ہیں تو پیٹ بھرے رہتے ہیں اور قوی ہو جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے ابن عراق کی جماعت میں اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اکابر اولیاء کی بھوک اضطراری ہے اختیاری نہیں۔ فرمایا ہاں کسی عاقل کیلئے مناسب نہیں ہے کہ کھانا پاس موجود ہوتے ہوئے ایسی بھوک کو اختیار کرے جو اس کے بدن کیلئے مضر ہو۔ اور اگر وہ بھوکا رہے گا تو اپنے نفس پر ظلم کریگا اور نفس کے بارے میں عدل سے نکل جائیگا اور یہ مذموم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (بھوک کے متعلق) ارشاد فرمایا ہے کہ وہ بہت بُرا ہمخواب ہے (یعنی ایذا پہنچانے والی چیز ہے) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو پے در پے راتوں میں بھوکے رہتے تھے اس کی وجہ یہی

تھی کہ کھانے کے لئے کوئی چیز موجود ہی نہ ہوتی تھی یا کسی اپنے سے زیادہ حاجتمند پر ایثار کر دیا جاتا تھا جیسا کہ احادیث میں تصریح ہے۔ اھ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ الحمد للہ قدیم زمانہ سے اس بارہ میں میرا ذوق یہی ہے اگرچہ بہت مصنفین اس کیخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک کو اختیاری قرار دیتے ہیں۔[1]

استغناء اور زہد کی حدود | حضرت علی خواص ؒ نے زہد کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ زاہد دنیا کیطرف محبت و رغبت کی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ ضروری معاش جس کے بغیر کام نہیں چلتا اس کی تدبیر کیلئے دنیا کی طرف نظر کرتا ہے۔ پس جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں ذات حق کی وجہ سے دنیا سے بالکل مستغنی ہوں وہ جاہل اس لئے ہے کہ محض ذات حق پر ساری چیزوں سے مستغنی ہونا حقیقی طور پر کسی مخلوق کے لئے ممکن نہیں۔ کیونکہ وجود (حادث) سے استغناء محض حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔

معلوم ہوا کہ مقصودِ قوم کا زہد فی الدنیا سے اس کے سوا کچھ نہیں کہ قلب فارغ رہے اور ضرورت سے زائد دنیا کی تحصیل میں تعمق و تکلف نہ کرے۔

پھر میں نے عرض کیا کہ مقام زہد میں خلوص کی کیا علامت ہے۔ فرمایا کہ خلوص

---

[1] احقر مترجم کہتا ہے کہ اگرچہ اختیاری کہنا اس معنی سے صحیح ہے کہ اگر آپ چاہتے اور دعا کرتے تو یہ فقر و فاقہ کی حالت نہ رہتی جیسا کہ روایات حدیث جبریل علیہ السلام کا جبل اُحد کو سونا بنا دینے کا ارشاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار منقول ہے۔ نیز یہ درخواست کہ اجوع بعما لا شبع یوما او کما قال بھی منقول ہے۔ خلاصہ یہ ہے اختیار کے دو درجے ہیں ایک یہ کہ کھانا پینا پاس موجود ہے اور کوئی مانع شرعی یا طبعی بھی نہیں ہے اور پھر بھوکا رہے یہ طریقہ محمود و مسنون نہیں اور دوسرے یہ کہ ایسی حالت پر قناعت کرے جس میں کبھی بھوکا رہنا بھی پڑے اور اس حالت کے ازالہ کیلئے دعا و تدبیر نہ کرے یہ عین سنت اور محمود ہے اور اس درجہ میں چونکہ فی الجملہ اختیار بھی ہے اس لئے بعض حضرات نے اسی کو فقر اختیاری کہا ہے ورنہ درجہ اول کا فقر اور رجوع اختیاری جہل ہے وہ مسنون نہیں ہو سکتا۔ ۱۲ محمد شفیع عفا عنہ

زہد یہ ہے کہ بندہ اُس چیز پر جس کا حق اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے (یعنی رزق) اپنے ہاتھ کی موجودہ و مقبوضہ چیزوں سے زیادہ بھروسہ رکھے۔ پھر اپنے قبضہ کی چیزوں میں حکیمانہ تصرف کرے (کہ نہ فضول خرچی ہو اور نہ تنگی و بخل) کیونکہ بندہ (اپنے مقبوضات میں) حق تعالیٰ کے دو نام معطی اور مانع کی جانب سے حق تعالیٰ کا نائب ہے اسلئے اس کو چاہیئے کہ حق کے موافق منع اور حق کے موافق خرچ کرے۔

ف۔ مراد یہ ہے کہ جیسے حق تعالیٰ کی دو صفتیں ہیں کہ وہ اپنی حکمت کاملہ بالغہ کے موافق بعض کو عطا فرماتے ہیں بعض سے روکتے ہیں اسی طرح انسان کو حق نیابت ادا کرنا چاہیئے یعنی جس موقع پر خرچ کرنا عنداللہ جائز ہے وہاں خرچ کرے۔ اور جہاں ممنوع ہے وہاں ہاتھ روکے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ تفصیل و تحقیق بہترین تحقیق ہے۔

اس شخص کا حکم جس کو یہ منکشف ہو جاوے کہ میری قسمت میں معصیت مقدر ہے

فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ علی خواصؒ سے دریافت کیا کہ اُس شخص کا کیا حکم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اُن حالات پر مطلع کر دیا ہو جو مستقبل میں اُس پر جاری ہونیوالے ہیں اور ہمیشہ اُن احوال کو بغیر زوال کے قائم پاتا رہا ہو۔ کیا اُس کیلئے جائز ہے کہ وہ پیش آنیوالے معاملات کے فعل مبادرت (پیش قدمی) کرے تاکہ وہ عمل بد کی صورت قبیحہ اس کے مشاہدہ سے زائل ہو جائے۔ یا وہ صبر کرے۔ فرمایا کہ کسی بندہ کیلئے جائز نہیں کہ کسی ممنوع چیز کے فعل پر کسی حال میں پیش قدمی کرے۔ بلکہ اسکو صبر کرنا چاہیئے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر اپنی قضا جاری کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اُس کی عقل سلب کر لیتے ہیں اور اُس کا دل اُس پر پوشیدہ کر دیتے ہیں۔ یہاں تک

کہ معصیت واقع ہو جاوے۔ پھر جب واقع ہوگئی تو اُس کو استغفار کا حکم دیتے ہیں۔
پس جس شخص نے طاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور معصیت پر استغفار کیا اُسنے وہ حق ادا کر دیا۔ جو اس کے ذمّہ واجب تھا اور اس پر اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام صادق آگیا۔ کیونکہ اتباعِ سنت کے مقام کے لئے معاصی کا عدمِ وقوع شرط نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ معصیت پر اصرار نہ کرے (بلکہ فوراً توبہ کرلے) فافہم۔
پھر میں نے عرض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اُس حال پر مطلع فرمادیں جو اس کے لئے مقدر ہے اور اس کے فعل کو مقدر فرمادیں تو اس کے اقدام (ابتلاء معصیت) کی کیا صورت ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جس شخص کا یہ حال ہو وہ خلافِ شرع میں محض بحکم تقدیر مبتلا ہوتا ہے خواہش نفسانی اور میلانِ طبعی اور ارتکابِ حرام میں بے پروائی اُس کا سبب نہیں ہوتا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ جس شخص کا یہ حال ہوگیا اس کیلئے یہ فعل مباح و جائز ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ نہیں یہ فعل اس کیلئے جائز نہیں ہوتا کیونکہ نام گناہ کا اُس سے سلب نہیں ہوا۔ اور اس سے چند سطر پہلے تحریر فرمایا ہے کہ اس مضمون کیطرف اشارہ اس حدیث سے بھی پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہیں کیا خبر شاید اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے حاضرین پر خاص توجہ فرما کر یہ ارشاد کر دیا ہو کہ جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری مغفرۃ کردی۔ کیونکہ حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ مغفرت کردی، یہ نہیں فرمایا کہ گناہ کو تمہارے لئے جائز کر دیا۔ اور مغفرت گناہ کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ (انتہیٰ)
حضرت مصنف دامت عوارفہٗ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حق بات یہی ہے۔ اور اس مسئلہ میں بعض اہلِ باطن کو لغزش ہوئی ہے جیسا کہ میں نے اپنے

یشخ (شیخ العرب والعجم مہاجر مکی قدس سرہٗ) سے سنا ہے۔ نیز بعض اہل ظاہر کو بھی لغزش ہوئی جیسا کہ عنقریب مسلم الثبوت کے حوالہ سے نقل کیا جائے گا۔ اور یہ لغزش علماء ظاہر سے زیادہ مستند ہے کیونکہ اہل باطن کا تمام مستند (اس باب میں) محض ذوق ہے اور اس میں غلطی واقع ہونے میں کوئی بُعد نہیں بخلاف علماء ظاہر کے کہ اُن کا مستند، دلائل ہوتے ہیں اور اس مسئلہ کی کوئی دلیل علوم میں موجود نہیں۔

اور اب ہم اہل ظاہر کا قول مذکور مسلم الثبوت سے نقل کرتے ہیں جسکو تیسرے باب میں تکلیف بالممتنع کے مطلقاً عدم جواز کے بیان میں انہوں نے ذکر کیا ہے۔ پس فرمایا کہ حضرات اشاعرہ نے ثانیاً یہ فرمایا ہے کہ ابوجہل کو ایمان کا مکلف بنایا گیا۔ اور ایمان کا حصول اُن تمام اُمور کی تصدیق سے ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور منجملہ اُن امور کے ایک امر یہ بھی ہے کہ ابوجہل آپ کی تصدیق نہ کرے گا۔ تو گویا اُس کو اس کی تکلیف دی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات میں تصدیق کرے کہ وہ آپ کی تصدیق نہیں کریگا اور یہ تصدیق عدم تصدیق پر موقوف ہے۔ کیونکہ اگر آپ کی تصدیق ہو تو وہ (اس کو بھی) جانے گا (کہ میں تصدیق کر رہا ہوں) پھر کہا اور وہ جو (شرح مختصر میں بجواب اشکال مذکور) کہا گیا ہے کہ اگر وہ معلوم کرے تو اس سے تکلیف ساقط ہو جاوے۔ سو یہ جواب درست نہیں۔ کیونکہ انسان مہمل و معطل نہیں چھوڑا گیا (کہ کسی حال میں مکلف نہ رہے) حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بعض اہل ظاہر کے قول سے میری مراد یہی قول ہے۔ دیکھئے ان بعض علماء نے کس طرح ابوجہل سے ایسی حالت میں کہ اُس کو اپنی قسمت میں کفر کا مقدر ہونا منکشف ہو جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق

کے مکلف ہونے سے خارج کر دیا۔ اور تفصیل اس کی اصل کتاب اور اُس کے منہیہ میں دیکھی جاوے۔ نیز حضرت مصنف دامت معالیہم فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ نہایت دقیق ہے بغیر اس کے پورا انکشاف نہیں ہو سکتا کہ قضا و قدر کا راز منکشف ہونے کی توقع نہیں اسلئے اولیٰ یہ ہے کہ اس کی تحقیق کو اللہ کے سپرد کر دیں اور تسلیم کریں اور اس میں غور و خوض اور گفتگو نہ کریں۔

مقامات باطنیہ کے دوام میں تفصیل فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ (خواصؒ) سے سنا ہے جب کہ ان سے یہ سوال کیا گیا کہ مقاماتِ طریق اصحابِ مقامات کے کس وقت تک دائم اور ثابت رہتے ہیں۔ تو فرمایا کہ مقامات چند قسم پر ہیں، بعض اُن میں سے چند شرائط پر دائر ہیں۔ جب تک وہ شرائط ہیں موجود رہتے ہیں۔ اور جب شرائط زائل ہوں تو زائل ہو جاتے ہیں جیسے تقویٰ مثلاً۔

کیونکہ وہ ممنوعات اور مشتبہات کے اندر متحقق ہوتا ہے اگر وہ مفقود ہوں تو مقامِ تقویٰ بھی مفقود ہو جائے گا۔ ایسے ہی مقام تجرید کہ وہ قطع اسباب سے حاصل ہوتا ہے جب اسباب مفقود ہو جاویں تو مقام تجرید بھی ختم ہو جائے گا۔ اور بعض اُن میں سے وہ ہیں جو موت تک باقی رہتے ہیں پھر زائل ہو جاتے ہیں مثلاً توبہ اور تمام تکالیف شرعیہ۔ اور بعض اُن میں سے وہ ہیں جو دخول جنت تک قائم رہیں گے جیسے خوف و رجاء، اور بعض وہ ہیں جو جنت میں داخل ہو کر بھی ہمیشہ قائم رہیں گے جیسے اُنس اور انبساط اور صفات جمال کا ظہور اھ۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ تفصیل مرتبہ ظہور و صدور میں ہے لیکن مرتبہ اتصاف اور درجہ ملکات میں تو اُس میں یہ سب مقامات

برابر درجہ میں قائم و ثابت رہتے ہیں (یعنی صدور ان مقاماتِ کے مقتضیات مثلاً خوف و رجا وغیرہ کا کہیں موت تک ہے کہیں دخول جنت تک لیکن اس شخص کو ان مقامات کا ملکہ اُن کو حاصل ہونا یہ سب مقامات میں متساوی طور پر ہمیشہ باقی رہے گا. مثلاً دخولِ جنت کے بعد بھی اس شخص کو متقی اور خائف وراجی کہہ سکتے ہیں. پس حاصل یہ ہے کہ مقامات میں اصل یہ ہے کہ دائم وقائم رہیں بجز اس کے کہ کوئی عارض پیش آجاوے جسکی وجہ سے وہ زائل ہوجاویں اور اصل احوال میں یہ ہے کہ وہ زائل ہوجاویں بجز اس کے کہ کسی عارض کی وجہ سے وہ قائم ہوجاویں.

ہیبت کے بیان و احکام میں | فرمایا کہ بعض اللہ تعالیٰ کے (خاص) بندوں پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت کا غلبہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ بالکل جامد وخامد ہو جاتا ہے کہ اُس کی حرکت دنیوی یا دینی امر میں باقی نہیں رہتی. پھر میں نے عرض کیا کہ کیا وہ اسحالت میں بھی مکلّف ہے. فرمایا ہاں مکلف ہے بقدر اپنی قدرت و استطاعۃ کے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو بقدر اپنی استطاعت وقدرۃ کے. اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میں تمہیں کسی کام کا حکم کروں تو تم اُس کی اپنی قدرت کے موافق تعمیل کرو. پھر میں نے عرض کیا کہ اس حالت میں اگر اس کی کوئی اطاعت وعبادت رہ جائے تو بعد افاقہ اُس کی قضا لازم ہوگی یا نہیں فرمایا کہ ہاں مناسب (از روئے قواعد شرعیہ) یہی ہے کہ قضا کرے کیونکہ شریعت کا حکم ہر حال میں نافذ ہے اور شیخ خواص نے اس سے زیادہ کوئی بات نہیں فرمائی

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ میں نے بتوفیق اللہ تعالیٰ

اس پر یہ زیادتی کی ہے کہ اس حالت والے کو ایسے بیہوش آدمی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی چھ نمازیں بیہوشی میں فوت ہوگئی ہوں۔ کیونکہ ایسی حالت بہت شاذونادر واقع ہوتی ہے (اور احکام میں نادر کا اعتبار نہیں) بخلاف بیہوشی کے کہ وہ نسبتاً کثیرالوقوع ہے۔

تواضع کی حقیقت | فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے حقیقت تواضع کیمتعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ حقیقت تواضع کی یہ ہے کہ اپنے نفس کو ہر ہمنشین سے کم سمجھے اور یہ کم سمجھنا ذوقی اور وجدانی طور پر ہو محض علم کے درجے میں نہ ہو اور یہ اسلئے کہ صاحب ذوق میں کبر نہیں ہوسکتا اور وہ اپنی تحقیر کرنیوالوں سے کبھی مکدر نہیں ہوتا بخلاف اُس کے کہ اُس کی تواضع محض علمی ہو تو بعض اوقات کبر اس میں آجاتا ہے اور اپنی تنقیص و تحقیر کرنیوالے سے مکدر ہونے لگتا ہے۔ لیکن مشاہدہ تواضع میں ایک دقیقہ ہے جسکو سمجھ لینا ضروری ہے۔ میں نے عرض کیا وہ کیا ہے۔ فرمایا کہ شرط تواضع کی یہ ہے کہ اپنی تواضع اُسکے پیش نظر نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص اپنی تواضع کا مشاہدہ کر رہا ہے تو ضروری ہے کہ وہ اپنے لئے مقام عالی کو ثابت کر رہا ہے۔ پھر اپنے بھائی کے سامنے اُس مقام سے فروتنی اور پستی اختیار کر رہا ہے اور کبر میں مبتلا ہونے کیلئے یہی خیال کافی ہے۔

پھر میں نے عرض کیا کہ کاملین تو اپنے کمال کا مشاہدہ کرتے ہیں تاکہ حق تعالیٰ کا اس پر شکر کریں۔ فرمایا کہ ہماری گفتگو کاملین کے بارے میں نہیں۔ کیونکہ کامل تو ابوالعیون کہلاتا ہے اُس کی ایک نظر اپنے نقص و ضعف وغیرہ کی طرف ہوتی ہے تاکہ حق تعالیٰ کے عطیہ کا شکر ادا کرے اھ۔

کامل کا خاتمہ کیطرف سے بے فکر نہ ہونا | فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے

دریافت کیا کہ ولی پر اگر اس کا حُسنِ خاتمہ منکشف ہو جاوے تو کیا وہ اس کشف کی طرف مائل ہو کر خاتمہ سے بے فکر ہو سکتا ہے ؟ فرمایا کہ حق تعالیٰ کی قدرت و قہر کے سامنے بے فکری نہیں ہو سکتی کیونکہ (وہ کسی قانون سے مجبور نہیں) جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور اعلیٰ درجہ کا کشف یہ ہے کہ کسی شخص کو لوحِ محفوظ کے لکھے پر اطلاع ہو جاوے جو کہ علم حق تعالیٰ کا خزانہ ہے۔ مگر مرتبہ اطلاق میں کہ اللہ تعا کسی چیز کے مقید نہیں) حق تعالیٰ کو حق ہے کہ لوحِ محفوظ کے لکھے ہوئے کو بدل دیں۔ بلکہ اگر عارف خود حق تعالیٰ کو دیکھ لے اور حق تعالیٰ اُس سے یہ فرمادیں کہ میں تجھ سے ایسا راضی ہوں کہ اُس کے بعد کبھی ناراضگی نہ ہوگی۔ تب بھی عاقل آدمی کا کام نہیں کہ اس پر مائل ہو کر بے فکر ہو جاوے۔

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ خصوصاً اس وجہ سے کہ کشف حجت نہیں۔ البتہ اگر کسی کو بذریعہ وحی کے بشارت دے دی گئی ہے تو (اگرچہ بے فکر و بے خوف وہ بھی نہیں ہو سکتا مگر) اُس کا خوف احتمالِ نقیض کی وجہ سے نہیں بلکہ ہیبتِ حق اور عظمتِ ذات کے سبب ہوتا ہے۔ اور وہ ایک امر ذوقی و وجدانی ہے، اس کے ادراک کے لئے استدلال کافی نہیں۔

<u>دعا بلا لحاظ قبولیت کے خود مقصود ہے</u> | فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرو کہ تم تقدیر پر بھروسہ کر کے دُعا کرنا چھوڑ دو۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم سے سُنتِ انبیاء فوت ہو جاویگی۔ کیونکہ دعا خود ایک عبادت اور سنت ہے خواہ وہ قبول ہو یا نہ ہو۔ اس کو خوب سمجھ لیجئے۔

محل زہد کے بیان میں | فرمایا کہ ہم نے اپنے شیخ سے یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ زہد حقیقتہً یہ ہے کہ مال کی طرف میلان قلب نہ ہو، نہ یہ کہ آدمی کے پاس خود مال نہ ہو۔ کیونکہ نفس کا میلان مال کیطرف اسی لئے ہے کہ اُس کے ذریعہ نفس کی حاجتیں اور خواہشات پوری ہوتی ہیں۔ خود مال لذاتہٖ نفس کو مرغوب نہیں کیونکہ وہ تو ایک پتھر ہے اور اگر زہد حقیقتاً خود مال میں ہوتا تو ہمیں اُس کے ہاتھ میں رکھنے کی بھی ممانعت کر دی جاتی۔ (حالانکہ ہمیں شریعت نے اس سے منع نہیں کیا۔)

شیخ کے ساتھ ایک دقیق ادب | فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ یہ مرید کیطرف سے بے ادبی ہے کہ اپنے شیخ سے یہ فرمائش کرے کہ مجھے اپنے دل میں (خیال میں) رکھیئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس میں بے ادبی کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ اس میں شیخ سے خدمت لینا ہے اور اُس پر یہ تہمت ہے کہ وہ ہماری طرف بغیر درخواست کے توجہ نہیں کرتے۔ اور شیخ کو اس بات کا امر کرنا ہے کہ اعلیٰ چیز کے بدلہ میں ادنیٰ چیز خریدے۔ یعنی توجہ الی اللہ کے بدلے توجہ الی الخلق میں مشغول ہو جاوے۔ بلکہ مرید پر واجب بات یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں لگا رہے اور حق تعالیٰ خود اپنے ولی کے قلبی حالات پر مطلع ہے جب اپنے ولی کے دل میں اس مرید کی محبت دیکھیں گے تو جو حاجت وہ اپنے شیخ سے طلب کرتا ہے وہ خود پوری فرما دیں گے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو اپنے ولی کے قلب پر اس سے غیرت آتی ہے کہ اُس میں اُس کے سوا کسی اور کی محبت رہے۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ مراد اس کی یہ ہے کہ جب اس مرید کی محبت اس کی خدمت کی وجہ سے ولی کے قلب میں داخل ہوگی تو حق تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتے کہ اپنے ولی کے قلب کو اپنے سوا کسی اور طرف مشغول رہنے دیں یعنی ایسے شخص کیطرف جو اللہ تعالیٰ سے منقطع ہے (اسلئے مرید کو منقطع نہ رہنے دیں گے بلکہ واصل بنادیں گے)

اسکا سبب کہ اہلِ کمال خوف کی چیزوں سے خوف کرتے ہیں اور اہلِ حال نہیں کرتے | فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ اہلِ کمال کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ خوف کی چیزوں (مثلاً درندہ، ظالم وغیرہ) سے خوف کرتے ہیں اور اہلِ حال باوجودیکہ درجہ میں اُن سے کم ہیں ان چیزوں سے نہیں ڈرتے۔ فرمایا کہ اہلِ کمال مخلوق سے اسلئے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کا ضعف مشاہدہ کرتے ہیں اور اُن کا مرتبہ ہمیشہ یہ ہے کہ حدودِ عبودیت پر قائم رہیں۔ بخلاف اربابِ احوال کے کہ اُن کا معاملہ برعکس ہے (یعنی بوجہ غلبۂ حال کے) ان کو اپنے ضعف کا استحضار نہیں رہتا۔ اور مقامِ عبودیت میں کسی وقت ہوتے ہیں کسی وقت نہیں۔

علمِ ذوقی کی علامت | فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے سُنا ہے وہ بار بار فرماتے تھے کہ جس شخص سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا اور اس نے جواب میں تامّل و غور کیا تو اُس کے جواب پر اعتماد نہ کیا جاوے کیونکہ وہ جواب اُس کے غور و فکر کا نتیجہ ہے اور اہل اللہ کے علم (ذوقی ہوتے ہیں) ان کے لئے غور و فکر شرط نہیں۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ مراد یہ نہیں ہے کہ وہ جواب بالکل قابلِ اعتماد نہیں۔ کیونکہ بحیثیت علم استدلالی ہونے کے وہ بھی حجت ہے۔

(جیسے عام علماء ظاہر کا کلام کہ استدلالی ہونے کے باوجود حجت مانا جاتا ہے) البتہ وہ علم وجدانی ہونے کی حیثیت سے حجت نہیں ہے۔ نیز یہ بھی مراد نہیں کہ مطلقاً جواب میں تاخیر کرنا علم ذوقی ہونے کے منافی نہیں ہے، بلکہ وہ تاخیر منافی ہے جو تامل و غور کے لئے ہو۔ لیکن اگر انتظار ذوق کے لئے بغیر تامل و فکر کے تاخیر ہو تو وہ منافی علم ذوقی ہونے کے نہیں ہے۔

ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونیکا قصد نہ کرنا چاہیئے

فرمایا کہ میرے شیخ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں اس سے پرہیز کروں کہ جس حال میں مجھے حق تعالیٰ نے رکھا ہے میں اُس سے کسی دوسرے حال میں منتقل ہو جاؤں۔ کیونکہ اگر نظر غائر ڈالی جائے تو بہتری اُسی حال میں پائی جاوے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اختیار فرمایا ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ قبض باطنی سے تنگ ہو اور بسط کی تمنا کرے۔

شیخ کے لئے مریدوں کا امتحان لینا فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ کوئی شیخ اپنے مریدین کا بعد اس کے کہ وہ مرید ہو جاویں امتحان کرے، کیا اس کا ترک اولیٰ ہے۔ اسلئے کہ بسا اوقات امتحان کرنے سے مریدین کے پوشیدہ عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یا یہ بہتر ہے کہ امتحان کرے تاکہ اُس کے صحیح اور فاسد مقامات واضح ہو جاویں۔ فرمایا کہ شیخ کامل کے لئے امتحان کرنا جائز ہے تاکہ مریدین پر واضح ہو جاوے کہ جن مراتب کا دعویٰ اُن کے قلوب میں پایا جاتا ہے وہ صحیح نہیں تاکہ وہ اس دعوے

سے استغفار کریں۔ لیکن شیخ کامل کے علاوہ اور کسی کے لئے امتحان کرنا ہمارے نزدیک پسند نہیں اور نہ ہم اس کے قائل ہیں۔ پس شیخ کو چاہیئے ایسی چیزوں سے امتحان کرے جس سے اُن کا صدق اور عدم صدق واضح ہو جاوے اور ایسے اُمور سے امتحان نہ کرے جن سے اُن کے پوشیدہ عیوب کھُل جاویں۔

اختلاط اور خلوت گزینی میں فیصلہ

فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ مخلوق سے اجتناب اتم افضل ہے یا اختلاط افضل ہے۔ فرمایا کہ جس شخص کو حق تعالیٰ دین کی فہم عطا فرماویں اُس کے لئے اختلاط افضل ہے کیونکہ اُس کو ہر گھڑی میں اللہ تعالیٰ کی معرفت زیادہ ہوتی رہتی ہے سو وہ خود بھی اپنے علم سے نفع اٹھاوے گا اور لوگ بھی اُس کے علم سے نفع اٹھائیں گے۔ لیکن جس شخص کو فہم سلیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل نہ ہو اس کے حق میں خلوت بہتر ہے تاکہ وہ اختلاط کیوجہ سے ضرر میں مبتلا نہ ہو جاوے۔

جبکہ مجلس میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جس کو مسئلہ کا جواب سُننا مضر ہے اُس وقت جواب دینے یا نہ دینے کا حکم۔ نیز امتحان کیلئے سوال کرنیوالے کو جواب نہ دینے کا حکم

فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا اگر مجھ سے کوئی شخص مسئلہ دریافت کرے اور حاضرین میں کوئی ایسا شخص بھی ہے کہ اگر مسئلہ کا صحیح جواب وہ سُنے تو اُس کے لئے بوجہ کم فہمی وغیرہ کے مضر ہو، تو میں ایسے وقت کیا کروں؟ فرمایا کہ اگر ایسا واقعہ پیش آجاوے تو تم سکوت کرو اور سائل سے کہدو کہ اپنے جواب کے لئے کسی دوسرے وقت کا انتظار کرو۔ کیونکہ اگر تم سائل کے حسب حال مسئلہ

کا جواب دو گے تو اُس کا ہمنشین جو اہلِ ذوق سے نہیں ہے اُس کو ضرر ہوگا۔ خصوصاً جب کہ وہ جھگڑالو مزاج کا آدمی ہو۔ اور اگر تم اس ہم نشین کے حسب حال جواب دو گے تو اصل سائل کا اطمینان نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے قلب میں کوئی ایسا عنوان دیں جس سے وہ جواب تمام حاضرین اعلیٰ وادنےٰ کے مناسب ہو جاوے تو جواب (اسی وقت) دینا چاہیئے اور حق تعالیٰ وسعت فرمانے والے حکیم ہیں (ایسے عنوانات بھی اپنے اولیاء کے قلب میں ڈال دیتے ہیں جو کسی کے لئے مضر نہ ہوں اور سب کا اطمینان ہو جاوے)

پھر میں نے عرض کیا کہ اگر مجھے سائل کے حال سے یہ معلوم ہو کہ وہ امتحاناً سوال کر رہا ہے۔ فرمایا کہ اس کو جواب مت دو۔ بلکہ اگر تم جواب دینا بھی چاہو گے تو تمہیں قدرت جواب کی نہ ہوگی۔ کیونکہ امتحان جواب (شافی) کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔

اگرچہ یہ جواب اس مجیب کے قلب میں ہمیشہ مستحضر بھی رہتا ہو، تب بھی اُس کا بیان صاف اور شافی نہ کر سکے گا۔ اس وجہ سے کہ ممتحن نے بے ادبی کی ہے اور اللہ تعالیٰ بہت مغفرت کرنے والے رحیم ہیں اھ۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں :۔

اصل اس بارے میں یہی ہے۔ لیکن اگر مجیب کے نزدیک کوئی امر قوی مقتضی جواب ہو تو اس کے خلاف (یعنی جواب دینا) بھی جائز ہے۔ (مثلاً حاضرین کو جواب نہ دینے سے ضرر کا احتمال ہو) یا جواب سے اُس

مُدعی کی بد ذاتی پر تنبیہ مقصود ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سننے والے اور قریب ہیں۔

یہ آخر ہے قسمِ ثالث کا اور اسی کے اختتام پر میں اصل یعنی امثل الاقوال کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے حُسنِ حال و مآل کی دُعا کرتا کرتا ہوں۔ اور اس خاتمہ میں ایک لطیفہ اتفاقاً پیش آیا ہے۔ وہ یہ کہ ختمِ کتاب ایک قسم ہے سکوت کی۔ اور اس ملفوظ اخیر میں بھی بعض اوقات سکوت کے مطلوب ہونے کا بیان ہے۔

اور اس رسالہ کی تصنیف سے ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ کو فراغت حاصل ہوئی تھی۔

وانا اشرف علی التھانوی

عفی عنہ الخفی والجلی

خاتمہ از مترجم

الحمد للہ کہ رسالہ اماثل الاقوال کا ترجمہ ختم ہوا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کام مجھ جیسے فاسد القلب اور تباہ حال آدمی کا نہ تھا کہ ان کاملین اصحاب ذوق کے کلمات کا ترجمہ کر سکتا۔ لیکن سیدی وسندی حضرت مصنف دامت برکاتہم جو بفضلہ تعالیٰ اُنہی کاملین میں سے ہیں۔ اُن کے ارشاد سے اس تفاؤل کی بنا پر یہ جرأت پیدا ہو گئی کہ شاید حق تعالیٰ ان بزرگوں کے کلمات کی برکت سے اس ناکارہ کی بھی اصلاح فرما دیں۔ وما ذلك على الله بعزيز ولنعم ما قيل ؎

ان المقادير اذا ساعدت

الحقت العاجز بالقادر

اور اس ترجمہ سے ۱۶ رشعبان ۱۳۵۹ھ کو فراغت حاصل ہوئی جبکہ اس ناکارہ کی عمر کا پینتالیسواں سال ختم ہونے والا ہے۔ اور اتفاق سے اس میں یہ لطیفہ پیش آیا کہ یہ ترجمہ احقر کی تالیفات کا پینتالیسواں عدد ہے۔ چند اشعار فارسی جو حسب حال بے ساختہ آ گئے اُن پر ختم کرتا ہوں ۔

اے کہ پنج وچہل بنادانی	داد در غفلت وہوس رانی
شکر نعمت بمعصیت دادی	عذر تقصیر ہیچ نہ نہادی
ضعف پیری رسید ودربعی	وائے ایں بے ہُشی وبوالعجبی
بسرت ہیں نذیر شیب رسید	واعظ حق بہ بین زعیب رسید

پنج باقی گمر ننگ داری
توبہ از کردہا بکف داری

والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
خادم دارالعلوم دیوبند
۱۶ر شعبان ۱۳۵۹ھ

آدابُ الشیخ والمُرید

تالیف

امامِ عارف شیخ اکبر محی الدّین ابنِ عربیؒ

شرح اُردو

حضرت مولانا مُفتی مُحمد شفیع صاحب مدظلہ

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد والہٖ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا **اما بعد** یہ ایک مختصر مگر نہایت جامع اور مفید رسالہ حضرت شرف الاسلام والمسلمین **شیخ اکبر محی الدین ابن عربی** ملائی اندلسی کی تصنیف ہے۔

اس رسالہ میں حضرت موصوف نے طریقت وسلوک کے وہ آداب اور اصولِ صحیحہ جمع فرمائے ہیں جو شیخ اور مرید دونوں کیلئے مشعلِ راہ ہیں اور جن کے نظر انداز ہو جانیکی وجہ سے آجکل اکثر اہلِ طریق اور بڑے بڑے مشائخ طریقت اصل طریقت سے دور جا پڑے ہیں اور صرف یہی نہیں کہ خود ان سے دور ہیں بلکہ ان اصولِ صحیحہ سے بیگانگی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اگر کہیں کوئی بزرگ سنتِ اکابر پر چلتے ہیں اور اُن آداب کا استعمال فرماتے ہیں تو اُن کو نظرِ اعتراض سے دیکھا جاتا ہے اور طرح طرح کے طعن وتشنیع کئے جاتے ہیں۔ خانقاہ تھانہ بھون مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کی تربیتِ سلوک ہمیشہ سے طبعی طور پر انہی اصول وآداب کے ماتحت ہے لیکن غلبۂ رسوم سے ہمیشہ حقیقت مستور ہو جاتی ہے۔ لوگ نیکی کو بدی اور بدی کو نیکی سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھنے لگتے ہیں اسی طرح اکابر اہلِ طریق کے اصول وآداب بھی ایک زمانہ سے دنیا میں مفقود ہیں یہانتک کہ بہت سے ذکر وشغل کرنیوالے اہلِ طریق بلکہ بعض مشائخ بھی ان کو بدعتِ طریقت سمجھنے لگے۔ میں ذاتی طور پر الحمد للہ ہمیشہ سے ان آدابِ طریقت کو ضروری سمجھتا تھا لیکن مجموعی حیثیت سے ان کی کوئی نقل سامنے نہ تھی ان ایام میں اتفاقاً رسالۂ مذکور نظر سے گذرا تو ایک امامِ فن سے اپنی اصول کو منقول دیکھ کر مسرت ہوئی، تھانہ بھون حاضر ہوا تو حضرت اقدس قدس سرہٗ کے سامنے پیش کیا۔ حضرت بھی اسی وجہ سے مسرور ہوئے کہ جو اصول طبعی طور پر مقرر کئے گئے تھے وہ سب ایک امامِ فن کے قلم سے ظاہر ہو گئے۔ وللہ الحمد اُسی وقت سے اس کا ارادہ کر لیا تھا کہ اس کا ترجمہ سلیس اُردو میں کر کے طبع کیا جائے۔ اس لئے بنامِ خدائے عزوجل شروع کرتا ہوں اور اس کا نام حسبِ تجویز حضرت موصوف **القول المضبوط** رکھتا ہوں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

بندہ محمد شفیع غفرلہ
خادم طلبائے دار العلوم دیوبند ۳ رذی الحجہ ۱۳۴۹ھ

فـ) اس ترجمہ پر حضرت مجدد الملۃ حکیم الامت دامت برکاتہم نے باستیعاب نظرِ اصلاح فرما کر بہت سے حواشی مفیدہ ضروریہ کا اضافہ بھی فرمایا ہے جن حواشی پر مترجم کا حوالہ نہیں وہ سب حضرت موصوف کی عبارتیں ہیں۔ (احقر مترجم)

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔

جب حق تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا وانذر عشیرتک الاقربین تو آپ نے اپنے قرابت والوں کو دعوت دی اور صفا (پہاڑ) پر کھڑے ہو کر ان کو عذاب الٰہی سے ڈرانا شروع کیا اور جس چیز کی تبلیغ کا آپ کو حکم دیا گیا تھا اُسکی تبلیغ فرمائی جیسا کہ امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "دین خیر خواہی کرنیکا نام ہے۔" صحابہؓ نے عرض کیا، کس کی؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسولؐ کی اور حکام المسلمین کی اور عام مسلمانوں کی پھر اقرباء اور رشتہ دار حکم شریعت میں (خیر خواہی اور) احسان کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور قرابت دو قسم پر ہے ایک قرابت طینیہ (یعنی نسب کی رشتہ داری) اور دوسری قرابت دینیہ اور (زیادہ تر) معتبر شریعت میں قرابت دینیہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو مذہب والوں کی آپس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ پس اگر دین نہ ہو تو قرابت طین وراثت کا کچھ حصہ نہیں دلاتی۔ احقر مترجم کہتا ہے کہ اسی مضمون کو عارف شیرازیؒ نے اس شعر میں خوب ضبط کیا ہے ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد — فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

اور ہمارے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف ایک لطیف اشارہ فرمایا ہے وہ یہ کہ میں ایک روز ان کی خدمت میں گیا اور عرض کیا الاقربون اولیٰ بالمعروف (یعنی اقرباء احسان کے زیادہ مستحق ہیں) انہوں نے فرمایا الی اللہ یعنی جو اقرب الی اللہ ہیں وہ احسان کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کا ارشاد ہے انما المومنون اخوۃ پس جب ایمان ثابت ہو گیا تو برادری ثابت ہو گئی اور جب برادری ثابت ہوئی تو شفقت و رحمت ضروری ہوئی اور شفقت و رحمت کے اس کے سوائے کوئی معنی نہیں کہ تم اپنے بھائی کو عذاب دوزخ سے نکالو

عہ اپنے قبیلہ کے قریب لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیے عہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس میں یا تو محض تبرکاً ہے اور یا مراد دین الٰہی کی خیر خواہی ہے جس کی تفصیل بعد میں مذکور ہے ۱۲ منہ عہ اس کی یہ مراد نہیں کہ کسی قرابت والے احسان وسلوک کے بالکل مستحق نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ اصل احسان و اکرام کے مستحق وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اقرباء ہوں۔ سو نفس احسان ان کیساتھ بھی ثواب ہے ۱۲ مترجم

کر جنت کیطرف لے جاؤ اور جہل سے علم کیطرف اور ندامت سے حمد کی طرف اور نقصان سے
کمال کی طرف منتقل کرو اس لئے کہ کوئی بندہ اپنے ایمان کو مکمل نہیں کر سکتا جب تک کہ اپنے بھائی
مسلمان کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے جیسا کہ اس کو امام مسلم نے اپنی کتاب
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا ہے اور تمام مسلمان دوسرے کے مقابلہ میں
ایک ہاتھ کی طرح متحد ہیں اور مسلمان مسلمان کے لئے مثل تعمیر مکان ہے کہ ایک اینٹ سے دوسری
اینٹ کو قوت ہے پس سمجھ لیجئے کہ اس حکم نبوی کی بنا پر مسلمانوں کو غفلت سے آگاہ کرنا اور
جہالت کی نیند سے بیدار کرنا اور دوزخ کے غار سے جس کے اوپر وہ کھڑے ہوئے ہیں ان کو
نجات دینا واجب ہے۔ پھر مسلمان بہت سے مراتب پر منقسم ہیں۔ منجملہ ان کے ایک مرتبہ
تصوف ہے جس کو ایک جماعت نے اختیار کیا ہے جو صوفیا کے نام سے نامزد کی جاتی
ہے اور جس کا حال یہ ہے کہ وہ آخرت کو دنیا پر اور حق تبارک وتعالیٰ کو تمام مخلوق پر
ترجیح دیتے ہیں (احقر مترجم کہتا ہے کہ ان حضرات کے پیش نظر یہ ارشاد حق رہتا ہے کہ
ماعندکم ینفد وماعنداللہ باق جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا
اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ہی باقی رہنے والا ہے) ویطربنی قول بعضهم
فی هذا المعنی ؎

فکل شیء اذا فارقته عوض   ولیس للہ ان فارقت من عوض

ہر چیز کا بعد اس کی مفارقت کے بدل مل سکتا ہے، لیکن اگر (خدا نخواستہ) اللہ تعالیٰ
سے مفارقت ہوگئی تو اس کا کوئی بدلہ نہیں۔ اور مسلمانوں کے جتنے طوائف اور طبقات
مختلف مراتب ومشارب کی وجہ سے ہیں ان میں ہر طبقہ دو حالتوں پر منقسم ہے ایک تو
وہ لوگ جو اپنے مشرب ومذہب میں سچے اور صاحب حقیقت ہیں، دوسرے وہ جو محض
مشرب کے مدعی ہیں اور حقیقت کا ان کے پاس کوئی حصہ نہیں۔ پس قرابت ہر جماعت کی
ان ہی لوگوں کے ساتھ ہے جو ان کے طریق ومشرب میں ان کے ساتھ ہیں خواہ فقط صورت
اور ظاہر کے اعتبار سے ساتھ ہوں اور وہ وہ لوگ ہیں جو محض مدعی ہیں اور حقیقت کچھ نہیں کر
سکتے اور خواہ ظاہر وباطن اور صورت وسیرت دونوں کے اعتبار سے ساتھ ہوں اور وہ محققین

ہیں۔ پس ہمارے ذمہ ضروری ہو گیا کہ ہم ان کے اقربا ور رشتہ دار ہونے کی وجہ سے ان کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں اور مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کی خیر خواہی کریں اور برادری کی وجہ سے ان پر شفقت کریں۔

طریقت ہی صراطِ مستقیم ہے:۔ اور خوب سمجھ لیجئے کہ یہ طریق یعنی اللہ کا راستہ وہی صراط مستقیم ہے جو سب راہوں سے زیادہ بڑا اور سب سے زیادہ اعلیٰ ہے اس لئے کہ راستہ کی شرافت یا دناءت اس کی غایت اور منزلِ مقصود تک اعتبار سے ہوتی ہے اور جبکہ اس طریق کی غایت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہے جو اشرف موجودات واعز معلومات ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اسلئے اس کا راستہ بھی سب سے اشرف وافضل ہوا اور جو شخص اس راستہ کا رہبر ہے وہ سب رہبروں اور رہنماؤں سے اکمل واعلیٰ ہوا اور جو راستہ پر چلنے والا ہے وہ سب راستوں کے چلنے والوں سے زیادہ خوش نصیب اور نجات پانے والا ہے۔ اس لئے عقلمند کے لائق ہے کہ اس راستہ کے سوا کسی راستہ کو اختیار نہ کرے کیونکہ اس کا تعلق اُس کی ابدی سعادت وراحت کیساتھ ہے۔ یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ کے راستہ پر چلنے والے دو قسم کے لوگ ہیں ایک صادق اور دوسرا صدیق یعنی ایک تابع وخادم دوسرا مخدوم ومتبوع۔ تابع کو مرید یا سالک یا شاگرد کہتے ہیں اور مخدوم ومتبوع کو شیخ اور استاذ اور معلم کہا جاتا ہے اور شیخ سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو شیخ اور معلم بننے کی استعداد وقابلیت رکھتا ہو خواہ بحالتِ موجودہ کسی کا شیخ یا معلم ہو یا نہ ہو اور میری غرض اس رسالہ میں یہ ہے کہ مقام شیخوخیت اور اس کے لوازم وآداب کو نیز مرید کے مقام اور اس کے لوازم کو بیان کروں جس پر اہلِ طریق کا باہمی معاملہ ہونا چاہیے اور جس صورت پر طریقِ الٰہی میں چلنا چاہیئے اور اسی لئے میں نے اس کا نام الحکم المربوط فیما یلزم اھل طریق اللہ تعالیٰ من الشروط) رکھا ہوا ہے کیونکہ زمانہ لمبے چوڑے جھوٹے دعووں سے بھرا ہوا ہے نہ کوئی مرید ہی صادق اور سلوک میں ثابت قدم نظر آتا ہے اور نہ کوئی شیخ ہی محقق نظر پڑتا ہے جو مرید کی خیر خواہی کرے اور اُس کو نفس کی رعونت اور خود رائی سے نکالے اور طریقِ حق اس کے سامنے ظاہر کر دے۔ پس مرید شیخوخیت اور بڑائی کا مدعی ہو

جاتا ہے اور یہ سب خبط اور تلبیس ہے۔

طریقت میں شیخ کی ضرورت | خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ دعوت الی اللہ کا مقام وہ نبوت کا مقام ہے یا نبوت کی وراثتِ کاملہ کا مقام اور جو شخص اس مقام میں قائم ہوتا ہے اس کو زمانِ نبوت میں نبی کہا جاتا ہے اور زمانہ نبوت کے بعد (یعنی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) اُس کو شیخ اور اُستاذ اور وارث کہا جاتا ہے۔ جو علماء حق ہوں بغیر اس کے کہ وہ انبیاء ہوں۔ اور شیخ وہ ہے کہ جس کے حق میں اکابر اہلِ طریق نے فرمایا ہے کہ جس شخص کا کوئی اُستاد نہ ہو اس کا اُستاد شیطان ہے اور نبی کریمؐ کے اُستاد جبرئیلؑ ہیں اور ہروی نے اپنی کتاب درجات لتائبین میں روایت کیا ہے اور یہی روایت مجھے شیخ شریف جمال الدین یونس بن یحییٰ سے ۵۹۹ھ حرم بیت اللہ میں رکنِ یمانی کے سامنے حاصل ہوئی جس کو انہوں نے متصل سند سے روایت کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور جبرئیل آپکے پاس پہلے سے تشریف رکھتے تھے اس فرشتہ نے کہا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ چاہیں تو نبی عبد بنیں اور چاہیں نبی بادشاہ بنیں (یعنی نبی بھی ہوں اور دنیوی پادشاہ بھی) جبرئیلؑ نے اشارہ کیا کہ آپ کو تواضع اختیار کرنی چاہیئے اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نبی عبد بننے کو پسند کرتا ہوں اور ہماری غرض اس حدیث کے نقل سے تعلیم جبرئیل کا ثبوت ہے اور یہ کہ نبی کریمؐ نے اُسی چیز کو پسند کیا جس کو جبرئیلؑ نے پسند کیا۔ پس اسجگہ جبرئیل علیہ السلام شیخ معلّم کے قائم مقام تھے اور نبی کریمؐ متعلّم کے مقام میں۔ مترجم عرض کرتا ہے کہ یہاں سے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ جبرئیلؑ کا افضل المخلوقات حضرت سرورِ عالمؐ سے افضل ہونا لازم آتا ہے جو جمہور مسلمین کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ درحقیقت معلّم اور مؤدب حضرۃ رسول اللہؐ کا خود حق سبحانہ ہے حضرت جبرئیلؑ محض واسطہ اور قاصد ہیں مگر صورۃً معلّم اور شیخ کے قائم مقام ہیں اور اس غرض کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو چند سطر کے بعد اسی رسالہ میں مذکور

عہ اس عنوان سے شبہ نہ کیا جاوے کہ اس متمم کی دونوں قسموں میں صرف یہی تفاوت ہے کہ ایک قسم زمانِ نبوت میں ہے اور دوسری قسم زمان غیر نبوت میں۔ بلکہ خود دونوں کے کمالات ذاتیہ میں بھی غیر محدود تفاوت ہے ۱۲ عہ شیخ کی اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی و جاری نہیں مانتے۔ اسلئے فتوحات کی وہ عبارت جس سے شبہ پڑتا ہے یہ اُن کی عبارت نہیں جیسا کہ شعرانی نے یواقیت میں لکھا ہے اور مؤول ہے عہ اس مقولہ کو بعض لوگوں نے حدیث رسول کی صورت میں ذکر کیا ہے مگر حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنی شان کے موافق تحقیق سے کام لیا اور اسکو حدیث نہ فرمایا بلکہ مقولۂ شیخ۔ عہ شان و شوکت ظاہری بھی مثل بادشاہوں کے ہو ورنہ آپ کا بادشاہ

ہے ان اللہ ادبنی فاحسن ادبی یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور تعلیم دی (مترجم)
اور اسی مضمون کے متعلق حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد فرمایا ہے لاتحرک بہ
لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہٗ وقرآنہ فاذا قرأنٰہ فاتبع قرآنہ نیز نبی کریمؐ نے ارشاد
فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا ہے بہترین ادب سکھایا۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
سالک کے لئے مؤدب کی سخت ضرورت ہے اور اسی کا نام اصطلاح میں استاذ اور معلم اور شیخ ہے
اسلئے کہ یہ طریق چونکہ شرف وعزت میں انتہائی درجہ رکھتا ہے اس لیے اس پر ہر طرف سے اور
موانع اور ایسے امور کا ہجوم ہے جو انسان کو ہلاک کرنیوالے ہیں اس لئے اس راستہ پر وہی چل سکتا
ہے جو بہادر قوی الہمۃ اور پیش قدمی کرنیوالا ہو اور اس کیساتھ کوئی ماہر تجربہ کار رہبر بھی ہو اُس
وقت اس راستے پر چلنے کا فائدہ ظاہر ہوسکتا ہے۔ اسلئے شیخ کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اپنے مرتبہ
تادیب وتعلیم کا حق پورا کرے اور مرید کے ذمہ واجب ہے کہ طریق کا حق ادا کرے۔ خوب سمجھ
لیجئے کہ مقام شیخوخیت (یعنی کسی کا پیر اور مصلح ہوجانا) یہ انتہائی مقصود نہیں کیونکہ شیخ بھی اپنے رب
سے اُس مرتبہ کا طالب ہے جو اس کو حاصل نہیں اسلئے کہ حق تعالیٰ اپنے نبی کریمؐ سے فرماتا ہے وَ
قل رب زدنی علماً اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ کیجئے۔ اسلئے شیخ اور اُستاد
کی یہ صفت ہونی چاہئے کہ وہ خواطر نفسانی وشیطانی اور ملکوتی اور ربّانی سے پورا واقف ہو۔ احقر
مترجم کہتا ہے کہ توضیح اس کی یہ ہے کہ حدیث میں نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ ہر انسان کے قلب میں
ایک شیطان مسلط ہے اور ایک فرشتہ قلب میں جو خطرات وخیالات پیدا ہوتے ہیں وہ کبھی تو
شیطان کی طرف سے (رواہ مسلم) انہی کو اس عبارت میں خطرات شیطانی وربّانی سے تعبیر کیا ہے۔
الغرض شیخ کے لئے ان خطرات کے درمیان تمیز کرنا ضروری ہے نیز اس اصل کا پہچاننا بھی ضروری
ہے جس سے یہ خطرات منبعث (یعنی پیدا) ہوتے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان خطرات کے ظاہری
حرکات سے (یعنی انبعاثات سے) جن کا وجود محسوس ہے اور ان میں جو امراض وعلل ہیں جو عین
حقیقت کی طرف پہنچنے سے مانع ہیں، پورا واقف ہو (خواطر نفسیہ وشیطانیہ میں تو بالذات بھی امراض و
علل واقع ہوجاتے ہیں اور خواطر ملکیہ وربانیہ میں بعض اوقات دوسرے عوارض سے بعض علل
کی آمیزش ہوجاتی ہے۔ تو شیخ کا ان سب سے واقف ہونا شرط ہے۔)

۷

اور ضروری ہے کہ امراض کی دواؤں اور اُن کی کیفیات وحقیقت سے بھی واقف ہو اور ان اوقات سے بھی واقف ہو جن میں مرید کو ان دواؤں کے استعمال پر آمادہ کیا جائے نیز مریدوں کے اختلافِ مزاج اور خارجی علائق وموانع کو مثلاً والدین اور اہل وعیال اور بادشاہ وغیرہ (تعلقات کی مانعیت) کو جانتا ہو اور ان کی سیاست وتدبیر سے واقف ہو اور مریض مرید کو ان کے (یعنی ان علائق وموانع کے) پنجہ سے نکالے۔ اور یہ سب اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ مرید کو اللہ کے راستہ میں رغبت ہو اور اگر اُسی کو رغبت نہیں تو پھر کوئی نفع نہیں۔

آدابِ شیخ | شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ میں آدابِ شیخ کو شروط کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اس لئے احقر نے بھی ان آداب کا عنوان "شرط" ہی رکھا ہے (مترجم)

شرط (۱) شیخ کے لئے یہ شرط ہے کہ مرید کو آزاد نہ چھوڑے کہ جہاں چاہے جائے، بلکہ جب گھر سے نکلے تو اجازت لے کر نکلے اور جس کام کے لئے جائے شیخ کی اجازت سے جائے۔

شرط (۲) شیخ کی شرائط سے یہ بھی ہے کہ مرید کو ہر لغزش پر جو اُس سے صادر ہو تنبیہ وزجر وتوبیخ کرے اور اس میں عفو ومسامحت کو راہ نہ دے اور اگر عفو سے کام لیا تو اُس نے اس مقام شیخوخت کا حق ادا نہ کیا جس پر وہ قائم ہے۔ بلکہ وہ ایک بادشاہ ہے جو اپنی رعیت سے خیانت کرتا ہے اور اپنے رب کی حرمت وعظمت پر قائم نہیں۔ اسلئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ابدی لنا صفحۃ اقمنا علیہ الحد یعنی جو شخص ہمارے سامنے اپنا چہرہ ظاہر کریگا (مراد یہ ہے کہ جس کا جرم ظاہر ہو جاویگا) ہم اُس پر حد قائم کر دیں گے۔ (اسی طرح شیخ کو غلطیوں پر مواخذہ کرنا چاہیئے) **شرط (۳)** منجملہ شرائطِ شیخ کے ایک یہ بھی ہے کہ مرید سے عہد لے کہ وہ شیخ سے کوئی خطرۂ قلبی یا حال باطنی پوشیدہ نہ رکھے گا اور جبکہ طبیب جڑی بوٹیوں کی صورت وخواص سے واقف نہ ہو اور ترکیب ادویہ کو نہ جانتا ہو تو وہ مریض کے لئے مہلک ہے اس لئے خواص کا علم بغیر صورت پہچاننے کے کافی نہیں۔ دیکھیئے اگر کوئی دوا فروش (عطار) مریض کا دشمن ہو اور اس کو ہلاک کرنا چاہتا ہو تو طبیب اس کے لئے حسب تجویز دوا طلب کرے گا مگر وہ دوا کی صورت وحقیقت کو پہچانتا نہیں۔ اگر اس وقت عطار اس کو کوئی ایسی چیز دیدے جس سے مریض ہلاک ہو جائے اور طبیب بوجہ ناواقفیت کے وہی

دوا مریض کو پلا دے اور مریض ہلاک ہو جائے تو اس کا گناہ عطار اور طبیب دونوں کی گردن پر ہوگا کیونکہ طبیب کا فرض تھا کہ وہ کوئی ایسی چیز نہ پلائے جس کی حقیقت و صورت کو نہ جانتا ہو ایسے ہی شیخ جبکہ صاحب ذوق نہ ہو اور طریق کو محض کتب تصوف دیکھ کر یا لوگوں سے سُن کر حاصل کیا اور وجاہت و ریاست کے لئے مریدوں کی اصلاح و تربیت کرنے بیٹھ گیا تو وہ مرید کے لئے مہلک ہے اس لئے کہ وہ طالب سالک کے مصدر و مورد اور تغیر حالات کو نہیں سمجھتا اس لئے ضروری ہے کہ شیخ کو انبیاء علیہم السلام کا دین اور اطباء کی تدبیر اور بادشاہوں کی سیاست حاصل ہو اُس وقت اُس کو اُستاذ کہا جا سکتا ہے اور شیخ پر واجب ہے کہ کسی مرید کو بغیر امتحان و آزمائش کے قبول نہ کرے شرط (۴) اور شیخ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کے ہر سانس اور ہر حرکت کا محاسبہ کرے اور جتنا زیادہ اس کو مطیع و متبع دیکھے اُس پر اس معاملہ میں تنگی کرے کیونکہ یہ راستہ ہی شدت کا ہے اس میں نرمی کو دخل نہیں کیونکہ رخصتیں تو عوام کے لئے ہیں اس لئے کہ وہ تو صرف اس پر قناعت کرتے ہیں کہ ان پر اسلام و ایمان کا نام آجائے اور صرف اِن چیزوں کو ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کی ہیں اور جو شخص اعلیٰ درجہ[1] کو اور عوام کے مرتبہ سے زیادتی کو طلب کرتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے حاصل کرنے میں سختیاں برداشت کرے اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے سینہ پر موتیوں کا ہار دیکھے اس پر ضروری ہے کہ قعرِ دریا کی ظلمت کو برداشت کرے اور روحِ حیات یعنی سانس کو چلنے سے رد کرے کیونکہ دریا میں غوطہ لگانے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے سانس کو روکے اسی سے ہمارا مدعا ثابت ہوا اور ہمارے امام ابومدین فرمایا کرتے تھے کہ مرید کو رخصتوں سے کیا واسطہ۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبلنا (جو لوگ ہماری اطاعت میں مجاھدہ (کوشش) کرتے ہیں ہم اُن کو سیدھا راستہ بتا دیتے ہیں) اب دیکھ لو تم کہاں پڑے ہوئے ہو مجاہدہ کے بعد صحیح راستہ ظاہر ہوگا اور اُس وقت اُس راستہ پر چلنا ہوگا اور راستہ کا قطع کرنا

---

[1] یہ اس زمانہ کے طالبین کی حالت تھی اب تو فرائض کی مشقت کو بھی جو کہ معتد بہ مشقت بھی نہیں، برداشت نہیں کرتے اُس میں بھی شیخ کی سیاست کو گراں سمجھتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے فرائض کو صرف ظاہری ارکان اسلام میں اور انہیں بھی صرف صورت کے درجہ میں منحصر سمجھ رکھا ہے۔

ایک سفر ہے اور سفر ایک قطعہ ہے عذاب کا اسلئے کہ مسافر ایک تکلیف سے دوسری تکلیف کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے پھر راحت کہاں۔ شرط (۵) اور شیخ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ شیخوخت (پیری) کی جگہ پر اس وقت تک نہ بیٹھے جبتک اُس کو کوئی شیخ (پیر) اس جگہ پر خود نہ بٹھلائے یا حق تبارک وتعالیٰ خود اُس پر الہام فرماویں اور اس کیساتھ حق تعالیٰ کا یہی معاملہ ہو کہ بلا واسطہ شیخ تربیت کیجاتی ہو۔ شرط (۶) منجملہ شرائط شیخ ایک یہ بھی ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کلام کرے اور اُس کے مقابلہ میں کوئی جھگڑا کرنے والا کھڑا ہو جائے تو اپنے کلام کو قطع کردے اسلئے ان حضرات (صوفیاء) رحمہم اللہ تعالیٰ کا جھگڑا کرنیوالوں کے ساتھ کوئی کلام نہیں رہتا کیونکہ ان کے علوم، منازعت (جھگڑے) کو قبول نہیں کرتے اسلئے کہ یہ علوم وراثت ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کسی بات پر جھگڑا ہوتا تو آپ فرما دیتے کہ نبی کے سامنے منازعت مناسب نہیں اور یہ اسلئے کہ معارف الٰہیہ اور ارشادات لطیفہ ربانیہ احاطہ عقول سے خارج ہیں یعنی عقل اپنی نظر و فکر سے اُن کا احاطہ نہیں کرسکتی اگرچہ اس کے ادراک کی قابلیت خداداد اس میں موجود ہے اسلئے ان علوم میں (جبکہ عقل کی نظر و استدلال کا راستہ نہیں) تو اب کشف کے سوا کوئی ذریعہ حصول نہ رہا۔ اور جو شخص معائنہ اور مشاہدہ کرکے کوئی خبر بیان کرے تو سامع کو نہ چاہیئے کہ اُسمیں کوئی منازعت کرے بلکہ احکام طریقت کے موافق اُس پر دو چیزوں میں سے ایک واجب ہے یعنی اگر اس صاحب کشف کا مُرید ہے تو اُس کی تصدیق واجب ہے اور اگر مُرید نہیں تو تسلیم واجب ہے (مراد تسلیم سے یہ ہے کہ اگر تصدیق نہیں کرسکتا تو اس میں کوئی منازعت اور جھگڑا بھی نہ کرے بلکہ سکوت و تسلیم سے کام لے ۱۲ مترجم) کیونکہ مرید اگر اپنے شیخ کے قول کو سچا ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو کہاں فلاح پاسکتا ہے اور جب تم کسی شیخ کو دیکھو کہ وہ مُرید کو آزاد چھوڑے ہوئے ہے اور مرید اُس کے مقابلہ (یعنی مخاطبہ) میں ادلّۂ شرعیہ یا عقلیہ سے استدلال کرتا ہے اور شیخ اس کو زجر و توبیخ نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ وہ تربیت میں خیانت کر رہا ہے اس لئے کہ مرید کے لئے بجُز ان اشیاء کے جن کا مشاہدہ معائنہ کرلے اور کسی چیز میں کلام کرنا مناسب نہیں (اور ابھی یہ درجہ اس کو نصیب نہیں ہوا) اسلئے اس کو کلام

لہ حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں شرط یہ ہے کہ اس زمانہ کے مشائخ طریقت اس کو قبول کرلیں ۱۲

نہ کرنا چاہیے) بلکہ اُس کے ذمہ سکوت واجب ہے اور (ایسے امور میں) رائے وفکر اُس پر حرام
ہے اور دلائل میں نظر کرنا اس پر ممنوع ہے پس جو شیخ اپنے مرید کو اس حالت پر چھوڑے رکھتا
ہے وہ اس کا مرشد نہیں، بلکہ اُس کی ہلاکت میں کوشش کرنیوالا اور اُس کے حجاب کو بڑھانے
والا اور اس کے لئے حق تعالیٰ کے دروازے سے مردود بننے کا باعث ہے اور شیخ کے لئے
اولیٰ یہ ہے کہ جب وہ کسی مرید کو دیکھے کہ وہ نظریات میں اپنی عقل کا استعمال کرتا ہے اور شیخ
نے جو کچھ اُس کو بتلایا ہے اس میں شیخ کی رائے کی طرف رجوع نہیں کرتا تو چاہیئے کہ اُس کو
اپنی مجلس یا خانقاہ سے نکال دے اس لئے کہ وہ دوسرے مریدوں کو بھی خراب کردے گا
اور خود کوئی فلاح نہ پائے گا اسلئے کہ مریدین تو عرائس اللہ ہیں یعنی دُلہنوں اور حوروں کی
طرح اپنے خیموں میں مقصور ہیں ہر منظر و مجلس سے اپنی نظر بچانے والے ہیں سوا اس منظر کے
جس کی طرف اُن کا شیخ اُن کو لیجا رہا ہے اور شیخ کے لئے واجب ہے کہ جب یہ سمجھے کہ کسی
مُرید کے قلب میں سے اُس کی حرمت اور بڑائی نکل گئی تو اس کو اپنی سیاست کے ذریعہ
اپنے گھر سے نکالدے کیونکہ وہ سب سے بڑا دشمن ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

احذر عدوك مرة — واحذر صديقك الف مرة

اپنے دشمن سے ایک مرتبہ ڈر — تو دوست سے ہزار مرتبہ ڈرو

فلربما انقلب الصديق فكان اعرف بالمضرة

"اس لئے کہ بسا اوقات دوست منقلب ہو کر دشمن بن جاتا ہے تو وہ نقصان کے راستے
زیادہ جانتا ہے"

اور ایسے شخص کے لئے ظواہر شریعت اور عام طریق عبادت کا اشتغال واجب
ہے اور ایسے مرید کے درمیان اور اپنے تمام متعلقین اولاد و اعزہ کے درمیان دروازہ
آمد و رفت و میل و ملاقات بند رکھے کیونکہ مرید کے لئے کوئی چیز اس شخص کی صحبت سے
زیادہ مضر نہیں جو اس طریق کا قائل یا پابند نہ ہو (جیسا کہ یہ بد رکردہ مرید ہو گیا)
اور شیخ کے لئے تین مجلسیں ہونی چاہئیں | ایک مجلس عوام کے لئے اور دوسری
اپنے تمام مریدین و اصحاب کے لئے اور تیسری ہر مرید کے لئے جداگانہ پھر واجب ہے

کہ مجلسِ عام[1] میں کسی مرید کو شریک نہ ہونے دے اور اگر اُن کو اس مجلس میں شریک کیا تو اُن کے حق میں سخت بُرائی کی۔ **شرط (۷) متعلقِ مجلسِ عام۔** اور شیخ کی شرط مجلسِ عام میں یہ ہونی چاہیئے کہ معاملات (یعنی احوال) کہ معاملہ عبد کا ہے حق کے ساتھ) اور کرامات (کہ معاملہ حق کا ہے عبد کے ساتھ) کے نتائج (یعنی آثار) سے اور آداب شریعت کی محافظت اور احترام سے جس پر اللہ تعالیٰ کے خاص بندے گذرے ہیں (یعنی ان چیزوں کے تذکرے سے) تجاوز نہ کرے (غالباً غرض یہ ہے کہ تصوف کے دقیق مضامین اور علوم مکاشفہ کو (جو مجلس خاص میں ذکر کیۓ جاتے ہیں) اس مجلس میں بیان نہ کرے کیونکہ وہ ان کی سمجھ سے باہر اور اُن کے لئے مضر ہیں)

شرط (۸) متعلقِ مجلسِ خاص۔ اور مجلسِ خاص میں شیخ کے لئے لازم یہ ہے کہ اذکار و خلوات اور مجاہدات سے اور ان کے راستوں کی توضیح و تبیین سے تجاوز نہ کرے جو آیۃ کریمہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبلنا سے متعلق و منسوب ہیں۔

شرط (۹) متعلقِ مجلسِ انفراد۔ اور جب شیخ اپنے مرید کے ساتھ جداگانہ بیٹھے اس کے لئے لازم ہے کہ اس کو زجر و توبیخ کرتا رہے اور یہ کہ جو حالات مرید پیش کرے اس کے متعلق یہ ظاہر کرے کہ یہ ادنیٰ درجہ کا اور ناقص حال ہے اور اُس کو اُس کی کم ہمتی پر تنبیہ کرے اور اپنے حال پر مغرور و مفتون نہ ہونے دے (مترجم عرض کرتا ہے کہ اصل تعلیم یہی ہے لیکن آجکل چونکہ عام طور پر ہمتیں پست ہیں اور قلوب میں رغبت کم۔ اسلئے مرید کے حالات کو بکلی ناقص و ادنیٰ ظاہر کرنے سے یہ احتمال ہے کہ مایوس ہو کر چھوڑ نہ بیٹھے اس لئے کچھ ترغیبات سے بھی کام لیا جائے البتہ اس حد تک نہ پہنچنے دے کہ وہ اپنے حال پر مغرور ہو جائے اور غالباً حضرت شیخؒ کی اصل میں یہی غرض ہے ورنہ سلف سے بطورِ ترغیب کے بعض حالات پر مبارکباد دینا اور عالی حال ہونے کی تصریح کرنا منقول ہے اور یہ بھی کہ ع درطریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست

---

[1] یعنی جس مجلس میں معارف کا تذکرہ نہ ہو جیسے دنیاداروں کے ساتھ اُن کی مباح حاجتوں میں گفتگو کرنیکا اتفاق ہو جاتا ہے یا جیسے عوام صلحاء کے ساتھ مبادی طریقت و آداب شریعت کا بیان کیا جاتا ہے سو مجلس عام کی دو قسمیں ہیں قسم اول کا عام ہونا بالکل ظاہر تھا اسلئے شیخ نے صرف قسم ثانی

اور آجکل مرشد المرشدین سیدی و سندی حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی تربیت میں بھی موجودہ حالات کی نزاکت اور عام بے رغبتی اور کم ہمتی کی وجہ سے اس جزو کا خاص لحاظ ہے اور اُس کے ساتھ ہی اکثر احوال واردات کے متعلق یہ بات ذہن نشین کر دی جاتی ہے کہ طالب ان چیزوں کو اصل مقصود نہ سمجھے۔ جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ ایسے احوال محمود تو ہیں (اور ان سے ہمت افزائی ہوتی ہے) اور مقصود نہیں (اس لئے وہ مغرور و معجب نہیں ہونے پاتا۔ حضرت شیخ کا اصل مقصود یہی جزو ہے)

شیخ کو خود اپنے لئے بھی کوئی خلوت کا وقت رکھنا چاہیئے اور شیخ پر واجب ہے کہ اپنے لئے کوئی وقت خلوت مع اللہ کے لئے رکھے اور اُس وقت حضور پر اعتماد نہ کرے جو اس کو حاصل ہو چکی ہے اسلئے کہ نبی کریمؐ فرماتے تھے کہ میرے لئے بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ جس میں خدا کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہوتی اور یہ اسلئے کہ نفس کو قوت حضور اسی طرح حاصل ہوئی ہے کہ ایک زمانہ تک عادت حضور پر اور اللہ کے سوا تمام ظاہری اور باطنی چیزوں کے ترک پر مداومت کی پس اسی طرح عادت نقیض کے حکم پر بھی ہمیں کرنا چاہیئے (یعنی ایسا نہ ہو کہ آہستہ آہستہ حضور کے خلاف (یعنی غیبت کی عادت پڑجائے بالخصوص جبکہ انسان کی جبلت وطبیعت بھی اسکی (یعنی غیبت و غفلت) کی مؤید ہو۔

پس جبکہ ہر روز شیخ اپنے حالات کی نگرانی اُسی طریق سے نہ کرے جس سے اُس کو یہ تمکین (یعنی دوام اطاعت اور کثرت ذکر کی عادت) حاصل ہوئی ہو تو (عجب نہیں) کہ وہ دھوکہ میں پڑجائے اور آہستہ آہستہ طبیعت و عادت قدیمہ اس کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر وہ خلوت میں بھی رہنا چاہے تو اُنس حاصل نہ ہو بلکہ خلوت سے وحشت ہونے لگے اور یہی حال ہے ان تمام حالات کیفیات کا جو نفس کی طبیعت و جبلت کے موافق نہیں کہ ان کے حالات کے حصول پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ بہت سریع الزوال ہوتے ہیں اور ہم نے بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے درجہ سے گر گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور اُن کو عافیت عطا فرمائے (آمین) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ان الانسان خلق ھلوعاؐ واذا مسہ الشر جزوعاؐ و اذا مسہ الخیر منوعاؐ۔ اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالےٰ

نے نفس کے تمام رذائل کو جمع فرما دیا ہے اور بیان فرما دیا ہے کہ جتنے فضائل نفس کو حاصل ہیں وہ اس کے جبلی اور طبعی نہیں اسلئے اُن کا تحفظ واجب ہے۔ شرط (۱۰) اور شیخ کے آداب لازمہ میں سے یہ بھی ہے کہ جب مرید اُس سے کوئی اپنا خواب بیان کرے یا کوئی کشف و مشاہدہ جو پیش آیا ہو ظاہر کرے تو اس کی حقیقت پر اُس کے سامنے کلام ہرگز نہ کرے لیکن اُس کو ایسے اعمال تبلادے جس سے اُسکی مضرت و حجاب رفع ہوجاوے (یہ اس وقت جبکہ خواب و کشف کسی امر مضر کے متعلق ہو) یا اُس کو اس سے اعلیٰ حال کیطرف متوجہ کردے (اور یہ اُس وقت جبکہ خواب اور کشف سے کوئی امر مفید ثابت ہو) اور غرض اُس کی یہ ہے کہ مرید کو اپنے حال سے بڑائی پیدا نہ ہو جائے (نیز تاکہ تفتیش کشفیات کی اس کو عادت نہ ہو جائے جو کہ مضر طریق ہے) اور جب شیخ مرید کے خواب یا کشف وغیرہ (کی حقیقت) پر کلام کرے تو اُس کے حق میں برائی کرے گا کیونکہ مرید کے قلب سے اُسی قدر شیخ کی حرمت کم ہو جائے گی جس قدر اُس سے کلام میں بے تکلفی کرے گا[عـــہ]۔ اور جسقدر حرمت کم ہوگی اُسی قدر اس کے اتباع سے انکار پیدا ہوگا۔ اور جب اتباع اور اخذ تربیت سے انکار پیدا ہوگا تو عمل بھی جاتا رہے گا۔ اور جب عمل نہ رہے گا تو (حق تعالیٰ کے اور اس کے درمیان حجاب حائل ہو کر مردود ہو جائے گا اور طریق کے حکم سے نکل جائیگا۔ پھر اُس کی مثال کُتّے کی سی ہو جاویگی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اُس سے عافیت طلب کرتے ہیں۔ (اللھم آمین)

شرط (۱۱) اور شیخ کے شرائط و آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کو کسی کے پاس نہ بیٹھنے دے۔ سوا اُن برادران طریقت کے جو اُس کے ساتھ کام میں اُسی شیخ کے جمع ہیں (اور اس کو ہدایت کرے) کہ نہ وہ کسی سے ملنے جائے اور نہ اس کے پاس کوئی ملنے آئے۔ اور کسی سے اچھا یا بُرا کلام نہ کرے اور جو کچھ اس کو حال پیش آئے یا کرامت ظاہر ہو تو اپنے برادرانِ طریقت میں بھی کسی سے بیان نہ کرے اور اگر شیخ مرید کو ان افعال میں سے کوئی اس کے کرنے پر آزاد چھوڑ دے تو اس کے حق میں برائی کرتا ہے۔

عـــہ اور چونکہ اس حقیقت پر کلام کرنا غیر ضروری تھا، غیر ضروری کلام سے بے تکلفی بڑھ جاتی ہے ۱۲

شرط (۱۲) اور شیخ کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ اپنے مریدین کے ساتھ مجالست رات دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ[1] نہ کرے اور اس (یعنی شیخ) کے لئے ایک گوشہ تنہائی گھر میں ہونا چاہیئے جس میں اُس کی اولاد میں سے کوئی بھی نہ جا سکے بجز اس کے جس کو یہ خاص کر دے اور اولیٰ یہ ہے کہ اس تنہائی میں کسی کو خاص بھی نہ کرے تاکہ اُس میں کسی مخلوق کی صورت نہ دیکھے۔ کیونکہ کسی کا دیکھنا اس کے حال میں اس شخص کی قوت روحانیہ کے اندازہ کے موافق اثر رکھتا ہے اور بسا اوقات اس شخص کی وجہ سے شیخ کا حال اپنی خلوت میں متغیر ہو جاتا ہے اور اس کو ہر شیخ نہیں پہچان سکتا۔ اور ضروری ہے کہ شیخ کے لئے کوئی گوشہ اپنے اصحاب کے ساتھ اجتماع و مجالست کے لئے بھی مقرر ہو۔

شرط (۱۳) شیخ کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے ہر مرید کے لئے گوشہ تنہائی مقرر کر دے جو اس کے لئے مخصوص ہو دوسرا کوئی اُس میں نہ جا سکے۔

اور شیخ کے لئے مناسب ہے کہ جب کسی مرید کے لئے کوئی گوشہ مقرر کرے تو پہلے اُس میں[2] خود داخل ہو اور اس میں دو رکعتیں پڑھے اور مرید کی قوت روحانیہ اور مزاج میں اور جو اُس کے حال کا مقتضا ہو اُس میں غور کرے۔ پھر شیخ ان دو رکعتوں میں ایسے حضور و جمعیت کو اختیار کرے جو اس مرید کے مناسب حال ہے۔ (غالباً یہ مراد ہے کہ شیخ ابوالوقت ہوتا ہے۔ ان رکعتوں میں اپنے اوپر وہ حالات طاری کر لے جن کا اضافہ اُس پر اس وقت مناسب ہے) پھر اس کو گوشہ میں بٹھا دے۔ کیونکہ شیخ اگر ایسا کرے گا تو مرید کے لئے مقصود کا فتح باب قریب ہو جائے گا اور اس کی برکت سے اُس کی خیر اُس کو جلدی پہنچے گی۔

اور شیخ کو چاہیئے کہ مریدین کو آپس میں بھی اپنی مجلس کے علاوہ جمع نہ ہونے

---

[1] تاکہ دو صحبت تکلف نہ ہو جاوے اور تاکہ زیادہ وقت اپنے فرض میں صرف کرے۔ [2] یہ فارغ شیخ کے لئے ہے اور جس کو دوسرے مشاغل دینیہ بھی ہوں وہ اس عمل کی روح پر اختصار کرے اور وہ روح خاص حالاتِ مناسبہ کا فریضہ ہے جو بدون دو رکعت کے بھی ممکن ہے۔

دے۔ اور جو شیخ اس میں مسامحت کرے وہ مریدین کے حق میں بُرا کرتا ہے۔

وھذا اخر ما اوردہ الشیخ الاکبرؒ من اداب الشیخ و شرائطہ ترجمتھا بالھدایۃ فی فلتات الاوقات والحمد للّٰہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات وکان تسویدہ فی عشرۃ ذی الحجۃ سنہ ۱۳۴۹ھ تسع واربعین بعد ثلثمائۃ والف

بندۂ ناکارہ و آوارہ

محمد شفیع دیوبندی کان اللّٰہ لہٗ ومشائخہٗ

۱۲؍ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۹ھ یوم الجمعہ

عـہ نظر فی الترجمۃ اشرف علی ودعا للمترجم بکل خیر خفی وجلی

۱۷۔ ذی الحجۃ سنہ ۱۳۴۹ھ

کاتب محمد افضل مخدوم	دارو غہ والا۔ لاہور

عـہ یہ عبارت حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی ہے جو آخر رسالہ پر بطور تصدیق و تقریظ تحریر فرمائی ہے ۱۲ مترجم